مخالفینِ میلاد کے اٹھارہ اعتراضات کا
مسکت و مدلل جواب

محفلِ میلاد پر اعتراضات کا عِلمی محاسبہ

تالیف

مُفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

نام کتاب ــــــــــ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

تصنیف .... مفتی محمد خان قادری

طابع .... ملک محبوب الرسول قادری

خطاطی .... سید قمر الحسن ضیغم قادری

اشاعت بار اول .... اگست ۱۹۹۴ء ربیع الاول ۱۴۱۵ء

اشاعت بار دوم .... جون ۱۹۹۵ء

اشاعت بار سوم .... جون ۱۹۹۷ء

اشاعت بار چہارم .... جون ۲۰۰۲ء ربیع الاول ۱۴۲۳ء

تعداد .... گیارہ سو

ہدیہ .... 44 روپے

ناشر ــــــــــ کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور

205 شادمان -I- لاہور 7580004-7594003:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاہداء

اپنی حقیر سی کوشش رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ——

★ جنہیں چار سال تک حضور کو اپنی گود میں لینے کا شرف ملا

★ جب تشریف لاتیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی اُمّی (میری والدہ تشریف لائیں) کہتے ہوئے استقبال فرماتے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد خان قادری

شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحؒ کی

دعا

"اے اللہ!

میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں.

میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی

کی عنایت سے اس قابل (اور لائقِ التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد

کے موقعہ پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری،

محبّت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلادِ پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا

نزول ہوتا ہے! اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں

جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے

ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔" (اخبار الاخیار، ۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

فہرست

نوٹ!

یومِ میلاد النبی کا درجہ اُمتِ مسلمہ کے لیے دونوں عیدوں سے بڑھ کر ہے لہٰذا اس کے احکام ان دونوں کی طرح نہیں مثلاً عید کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے جبکہ یومِ میلاد کو روزہ رکھنا مستحب ہے اسی طرح عید کے دن نمازِ عید ادا کرنا لازم ہے حالانکہ رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں یومِ میلاد کو کوئی اضافی عبادت لازم نہیں۔

محافلِ میلاد کے آداب

۱۔ تمام تقریبات میں باوضو شرکت کی جائے۔

۲۔ سراپا ادب بن کر اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا اور سنا جائے۔

۳۔ بھنگڑا اور رقص وسرود جیسے فضول اعمال کے ارتکاب سے بچا جائے۔

۴۔ ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ کو اپنایا جائے۔

۵۔ تقریبات میں بدنظمی کے بجائے وقار کا اظہار کیا جائے۔

۶۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں زندگی گزارنے کا عہد کیا جائے

۷۔ محافل اور سجاوٹ کے لیے جبراً چندہ وصول نہ کیا جائے۔

۸۔ روایاتِ موضوعہ ہرگز بیان نہ کی جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ جب انہیں اللہ کی طرف سے کوئی نعمت اور فضل وکرم نصیب ہو تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کریں کیونکہ اصل خوشی اللہ کے فضل کا حصول ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔	اے نبی آگاہ کر دیجئے اللہ کے فضل ورحمت پر ہی خوشی منایا کرو۔ کیونکہ یہ اس شئے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

چونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل بلکہ ہر فضل کا وسیلہ ہے اس لیے عالم اسلام آپ کی تشریف آوری کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے محافل سجاتے اور جشن مناتے ہیں ـــــ مگر کچھ لوگ اس عمل کو اچھا نہیں جانتے اور اس کو بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں۔

جیسے ہی ربیع الاول کی تقریبات شروع ہوتی ہیں ان کی طرف سے مختلف قسم کے اعتراضات تحریر وتقریر کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اہلِ محبت پریشان ہوتے ہیں۔

اس لیے ضروری تھا کہ ان تمام اعتراضات کا جائزہ لیا جائے کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟

اب تک ہمارے سامنے مخالفین کی طرف سے درج ذیل سوالات آئے ہیں:

۱۔ محفلِ میلاد کا کتاب و سنت اور قرونِ اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں۔

۲۔ قل بفضل اللہ و برحمتہ سے محفلِ میلاد پر استدلال درست نہیں۔

۳۔ میلاد النبی کا جشن منانا نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔

۴۔ جب ولادت کا دن ہر سال نہیں لوٹتا تو جشن کیوں؟

۵۔ حضرت عباس رضؓ کی روایت مرسل ہے جو حجت نہیں۔

۶۔ یہ خواب کا واقعہ ہے۔

۷۔ اور یہ خواب کافر کا ہے۔

۸۔ یہ روایت قرآنی نصوص کے خلاف ہے

۹۔ حضرت ثوبیہ کی آزادی ہجرت کے بعد ہوئی نہ کہ ولادت کے وقت۔

۱۰۔ کتاب و سنت میں بعثت کا ذکر ہے ولادت کا نہیں۔

۱۱۔ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہے ہی نہیں۔

۱۲۔ بارہ ربیع الاول تو یومِ وفات ہے اس پر جشن کے بجائے سوگ منانا چاہیئے۔

۱۳۔ محفلِ میلاد کا بانی ایک ظالم حکمران ہے۔

۱۴۔ اس پر مواد مہیا کرنے والے عالم نہایت کذاب تھے۔

۱۵۔ یہ جشن صرف برصغیر میں ہی منایا جاتا ہے۔

۱۶۔ محفلِ میلاد بدعت ہے۔

۱۷۔ اس دن کو عید قرار دینا جائز نہیں۔

۱۸۔ اگر عید ہے تو اضافی عبادت کیوں نہیں۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنائیت سے نہایت ہی اعتدال سے مندرجہ بالا اعتراضات کا تفصیلی جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

قارئین خصوصاً معترضین سے گذارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات پائیں تو ہمیں ضرور مطلع کریں۔

محمد خان قادری

جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور

ولادتِ رسولؐ پر جشن منانے کا قرآنی حکم

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(۱۰ یونس، ۵۸)

(اے نبی آگاہ کر دیجئے اللہ کے فضل و رحمت پر ہی خوشی منایا کرو کیونکہ یہ ہر اس شئے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو!)

رقمطراز ہیں :

حقیقت ایں عمل خیر غیر ازیں نیست	اس عمل خیر کی حقیقت اس کے سوا
کہ در شہر ربیع الاوّل یا شہری دیگر از	کچھ نہیں کہ ربیع الاوّل یا کسی دوسرے
شہور مسلمانان از علماء و فضلاء و صلحاء	ماہ میں کسی مسلمان کی دعوت پر علماء فضلاء

حقیقتِ محفلِ میلاد

ابتداءً یہ بات ذہن نشین کریں کہ مسلمانوں کے ہاں محفلِ میلاد یا جشنِ میلاد سے مراد فقط .... حضور سرورِ دوعالم کے ذکرِ پاک کے لیے اجتماع منعقد کرنا ، اس میں آپؐ کی حیاتِ طیبہ ، کمالات و درجات کا بیان ، آپؐ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ ، ولادت کے موقع پر عجائبات کا تذکرہ ، خوشی میں جلوس نکالنا ، لوگوں کو شریعتِ مطہرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی ، صدقہ و خیرات کرنا وغیرہ ہے ۔

امام جلال الدین سیوطی حقیقتِ میلاد کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ان اصل المولد هو اجتماع	محفل میلاد کا اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے
الناس و قراءة ما تيسر من	ہو کر تلاوت قرآن کریں اور ان احادیث
القرآن و رواية الاخبار	کا بیان کریں اور سنیں جن میں آپ صلی
الواردة فی مبدء امر النبی	اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ
صلی الله علیه وسلم وما	ہے ۔ پھر تناول ماحضر ہو ۔ یہ اچھے
وقع فی مولده من الایات	اعمال ہیں ان پر اجر ہے کیونکہ اس میں
ثم یمد لهم سماط یاکلونه	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و

و ینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلك من البدع الحسنة التی یثاب علیها صاحبها لما فیه من تعظیم قدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اظہار الفرح والاستبشار بمولدہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم)

منزلت، اور آپ کی آمد پر اظہار خوشی ہے۔

(حسن المقصد فی عمل المولد الحاوی للفتاوی، ۲ : ۱۸۹)

مولانا شاہ محمد سلامت اللہ "اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام" میں رقمطراز ہیں:

حقیقت ایں عمل خیر غیر ازیں نیست کہ در شہر ربیع الاول یا شہری دیگر از شہور مسلمانان از علماء و فضلاء و صلحاء فقراء و اغنیاء بدعوت مسلمانے در مکانے جمع شوند و خواص و عوام اہل اسلام باذن عام یکجا فراہم آید در آنے مجلسے بعضے از آیات قرآن محتوی بہ فضائل و نشر کمالات آں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات مذکور شوند و نبذے از احادیث صحیحہ متضمن معجزات و حالات سعادت آیات ولادت باکرامت

اس عمل خیر کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ربیع الاول یا کسی دوسرے ماہ میں کسی مسلمان کی دعوت پر علماء فضلاء صلحاء فقراء و اغنیاء ایک مکان میں یا خواص و عوام اطلاع عام پر اکٹھے ہوں اور وہاں ایک عظیم الشان محفل ہو جس میں قرآن کے وہ حصص تلاوت کیے جائیں جن میں حضور علیہ السلام کے فضائل و کمالات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح وہ احادیث صحیحہ سنی سنائی جائیں جن میں آپ کی ولادت باسعادت کا

درضاعت مقدس وحلیہ مطہر آں افضل بیان ہے ۔

لدشہ مجر نوں آید (الدر المنظم، ۹۳)

... فاضل بریلوی کے والدِ گرامی حقیقتِ میلاد کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تو ... میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند آدمی شریک ہو کر خلوصِ عقیدت ومحبت حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی ولادتِ اقدس کی خوشی اور اس نعمتِ عظمیٰ اعظم نعم الٰہیہ کے شکر میں ذکر شریف کے لیے مجلس منعقد کریں اور حالات ولادت باسعادت ورضاعت وکیفیتِ نزولِ وحی وحصولِ مرتبۂ رسالت واحوالِ معراج وہجرت وارہاصات ومعجزات واخلاق وعادات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کی بڑائی اور عظمت جو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور حضور کی تعظیم وتوقیر کی تاکید اور وہ خاص معاملات وفضائل وکمالات جن سے حضرت احدیت جل جلالہ نے اپنے جبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخصوص اور تمام مخلوق سے ممتاز فرمایا اور اسی قسم کے حالات وواقعات احادیث وآثارِ صحابہ وکتب معتبرہ سے مجمع میں بیان کئے جائیں۔ اور اثنائے بیان میں کتاب خواں وواعظ درود پڑھتا جائے اور سامعین وحاضرین بھی درود پڑھیں۔ بعد ازاں ماحضر تقسیم کریں۔ یہ سب امور مستحسن ومہذب ہیں اور ان کی خوبی دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے ثابت!

(اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام صہ ۳۹)

بھنگڑا، رقص اور ڈانس بلکہ ہر وہ عمل جو خلافِ شرع ہو اس کو کوئی جائز نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص ان اعمال کو محفل میلاد کا حصہ تصور کرتا ہے تو اسے غلط فہمی

ہے ۔ اور اسے علماء کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ اگر بعض جہال ایسا کرتے ہیں تو ان کا محاسبہ ضروری ہے ۔ لیکن ان کے اس عمل کی وجہ سے محفل میلاد کو بدعت اور خلافِ شرع کہنا صراحتاً زیادتی ہے ۔ آج تک کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ مسجد سے چونکہ جوتے چوری کر لیے جاتے ہیں اس لیے مسجد نہیں ہونی چاہیئے ۔ البتہ یہی کہا کہ جوتوں کی حفاظت ہونی چاہیئے اور اس کے لیے انتظام کیا جانا چاہیئے ۔

قرآن

اور

محفلِ میلاد!

قرآن اور محفلِ میلاد

جب محفلِ میلاد کا تعیّن ہوگیا تو آئیے دیکھیں کہ کیا محفلِ میلاد کا حصہ بننے والا ہر عمل مثلاً ذکرِ ولادتِ نبوی، درود وسلام، آپ کے مقاماتِ عالیہ کا تذکرہ، تشریف آوری کے وقت انوار وتجلّیاتِ الٰہیہ کی بارش کا بیان، آپ کی صورت وسیرتِ مبارکہ پر گفتگو، آپ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو کرم فرمایا اس کی طرف لوگوں کو متوجّہ کرنا، اس خوشی میں صدقہ وخیرات کرنا، آپ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام پڑھنا وغیرہ قرآن وسنّت اور قرونِ اولیٰ سے ثابت ہے یا نہیں؛ ان میں سے کوئی عمل لے لیں قرآن وسنّت کے دلائل اس پر شاہدِ عادل ہیں۔ بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے:

پہلی محفلِ میلاد خود باری تعالےٰ نے منعقد فرمائی

قرآن نے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تعالیٰ نے منعقد کیا۔ اس کی تفصیلات میں بتایا کہ اس اجتماع میں حاضرین وسامعین تمام انبیاء علیہم السلام تھے۔ اس محفل کا موضوع فضائل وشمائلِ نبوی ہی تھا۔ انبیاء کرام سے آپ کے بارے میں عہد لیا اور اس عہد پر انبیاء کرام کے ساتھ خود اللہ

تعالیٰ کی ذات بھی گواہ بنی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝	اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول آجائے جو تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کرے تو تم نے ان پر ضرور ایمان لانا ہوگا ۔ اور ان کا معاون بننا ہوگا ۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو سب نے اس کا اقرار کیا ۔

(آل عمران ، ۸۱)

گویا ذکرِ مصطفوی ﷺ کے لیے محفل کا انعقاد سنّتِ الٰہیہ ہے اور سب سے پہلی محفل اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمائی ۔ یہ کب منعقد ہوئی ؟ اس کی تاریخ معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ۔

رسول ہوتے کے باوجود کسی رسول نے رسالت کو کلمہ کا حصّہ کیوں نہ بنایا ؟

جب ہم سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی امت کو جو کلمہ پڑھایا اس میں اپنی رسالت کو بطور حصہ شامل نہیں فرمایا ۔ حالانکہ ان میں تقریباً تین سو تیرہ رسول ہیں ۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام رسول ہیں مگر ان کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ نوح نجی اللہ ، حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول ہیں مگر ان کا

کلمہ لا الٰہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ، اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ اسمٰعیل ذبیح اللہ، حضرت موسیٰ کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ ہے۔ فقط حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہی وہ ہستی ہے جس نے کلمہ میں اپنی رسالت کو بطور حصّہ شامل کیا ــــ لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ ــــ آخر اس میں حکمت کیا ہے ؟ تو اس آیت مبارکہ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا ہے کہ یہاں اللہ تعالےٰ نے باقی تمام پیغمبروں کو نبی اور اپنے حبیب کو رسول فرمایا ہے۔ انہوں نے اسی ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی رسالت کو کلمہ کا حصّہ نہ بنایا۔

حضور علیہ السلام کی صورت میں اللہ تعالےٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ

قرآن مجید نے انسان پر کی گئی مختلف نعمتوں کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے اور انہیں بے حد و شمار کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا۔ (ابراہیم ۳۴) — اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔ صرف اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا جو اپنے حبیب کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ — یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجکر مومنوں پر احسان کیا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو اور آپ کی شریعتِ مبارکہ کو سب سے کامل و اکمل اور اتم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ — آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین

اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ	مکمل کر دیا۔ میں نے اپنی نعمت تم پر تمام
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین
(المائدہ ۳۰)	اسلام کو پسند کر لیا۔

یہاں اتممت علیکم نعمتی (میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی) کے الفاظ نہایت ہی قابلِ توجہ ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ میری سب سے کامل و تمام نعمت صاحبِ قرآن اور قرآن ہے۔

آپ اللہ کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہیں

قرآن نے یہاں آپ کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے وہاں آپ کو مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل وکرم بھی فرمایا ہے:

۱۔ سورۂ انبیاء میں مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو سراپا رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً	ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت
لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء، ۱۰۷)	بنا کر بھیجا ہے۔

آپ کے تمام مخلوق خدا کے لیے رحمت ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک کا وجود آپ کے واسطہ اور سبب سے ہے۔ جب ہر وجود کا سبب ہی آپ کی ذات ہے تو اس سے بڑھ کر فضل و رحمت کیا ہوگا؟

۲۔ سورۂ احزاب میں حضور علیہ السلام کے صفاتِ مبارکہ شاھد، مبشر، نذیر، داعی باذن اللہ اور سراجِ منیر بیان کر کے فرمایا، اے حبیب

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ	مومنوں کو بشارت دے دو کہ
مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔	ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

گویا اس میں یہ بھی واضح کیا جارہا ہے کہ اے لوگو! اتنی شانوں والا پیغمبر تمہیں عطا کر کے اللہ تعالےٰ نے تم پر اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔

سب سے بڑا فضل کیوں ہیں؟

قرآن نے یہ بات بھی کھول کر بیان کر دی ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس سب سے بڑا فضل کیوں ہے۔ وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل سب سے بڑھ کر جس ذات پر ہے وہ آپ کی ذات ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات میں اسی کا بیان ہے۔

۱۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا.	مگر یہ تیرے رب کی رحمت ہے بلاشبہ اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر آپ پر علمی نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا. (النساء، ۱۱۳)	اور اللہ نے آپ کو ہر شے کی تعلیم دی جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

۳۔ آپ ہی کی ذات پر سلسلہ نبوت و رسالت تکمیل پذیر ہوا جو مخلوقِ خدا کے لیے اللہ کا عظیم فضل ہے۔ سورۂ احزاب میں فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. (احزاب، ۴۰)	حضرت محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے والد نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے

ہر فضل و رحمت اور نعمت کے حصول پر اظہارِ خوشی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی نعمت اور اس کا فضل و رحمت نصیب ہو تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کرو۔ کیونکہ اس کا فضل و رحمت ہر شے سے اعلیٰ و افضل ہے۔

۱۔ سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا، اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (یونس، ۵۸)	آپ ان لوگوں کو آگاہ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہے پس اس پر خوشی مناؤ (کیونکہ) یہ تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

اس حکمِ ربانی کا ہر ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی رحمت اور فضل میسّر آئے تو اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے کیونکہ بندے کے لیے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بڑھ کر کوئی شئی نہیں۔

۲۔ سورۂ الضحیٰ میں ارشاد ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ.	اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

۳۔ قرآن نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ وہ ان پر ایک خوان نعمت نازل فرمائے تو وہ اسے عید و خوشی کے طور پر منائیں گے۔ آپ کی دعا کے مبارک کلمات یہ ہیں:

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا	اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دستر خوان نازل فرما تاکہ وہ ہمارے لیے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے

وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۔ نشانی ہے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے ۔

کیا اس احسان کا ذکر و شکر امتِ مسلمہ پر لازم نہیں ہے ؟ یقیناً لازم ہے ۔ اس کی صورت ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت پر اس کی حمد و ثنا کریں اور بھیجے گئے رسول کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں ۔ جیسے جیسے لوگ آپ کے کمالات و مقاماتِ عالیہ سے آگاہ ہوں گے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر شکر کے جذبات اجاگر ہوں گے کہ ہمیں اس نے اتنا عظیم رسول عطا فرمایا ۔

ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالےٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام

س : قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا سے محفل میلادِ نبوی پر استدلال درست نہیں !

ج : اہلِ علم نے سورۂ یونس کی ان آیاتِ مبارکہ سے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر اظہارِ خوشی پر استدلال کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ	اے لوگو تحقیق آئی ہے تمہارے پاس
مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ	تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور
لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّ	جو کچھ سینوں میں ہے اس کے لیے شفا
رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ قُلْ بِفَضْلِ	اور ہدایت و رحمت مومنین کے لیے
اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ	اے نبی آگاہ کر دو تم اللہ کے فضل اور
فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا	اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کیا کرو
يَجْمَعُوْنَ ۔	کیونکہ اس کا فضل ہر اس شے سے بہتر ہے جو
(یونس ، ۵۷ - ۵۸)	تم جمع کرتے ہو ۔

ان ارشاداتِ ربانی نے واضح طور پر یہ اصول دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فضل و رحمت کے حصول پر فرحت و خوشی کے اظہار کا حکم ہے۔ مثلاً قرآن و اسلام بلکہ ہر خیر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر جتنی بھی خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ذات تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی، فضل بلکہ فضل و رحمت کا واسطہ اور سرچشمہ ہے اس لیے آپ کی آمد پر ان تمام سے بڑھ کر مومن کو خوشیاں منانی چاہئیں اور محفلِ میلاد اجتماعی طور پر اسی خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے۔ مخالفین محفلِ میلاد اس استدلال کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں فضل اللہ اور رحمت اللہ سے مراد فقط اسلام اور قرآن ہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد لینا درست نہیں۔

شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے استدلال کا رد ان الفاظ میں کیا ہے۔

اما الاستدلال بقول الله تعالیٰ قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا على مشروعية الاحتفال بالمولد النبوي فمن قبيل حمل كلام الله تعالیٰ على مالم يحمله عليه السلف الصالح والدعا الى العمل به على غير الوجه الذي مضوا عليه في العمل به وهو امر لا يليق۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی "قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا" سے محفلِ میلاد پر استدلال اللہ تعالیٰ کے کلام کو ایسے معنی پر محمول کرنا ہے جس پر اسلاف نے محمول نہیں کیا اور یہ ایسے عمل کی طرف دعوت ہے جس کے خلاف عمل رہا اور یہ چیز ہرگز مناسب نہیں۔

(القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل، ۷۳)

اس پر دلیل کے طور پر امام شاطبی، ابن عبد الہادی اور شیخ محمد بن موصلی کے اقوال سے استدلال کیا کہ اسلاف سے جو آیت کا معنی منقول ہو وہی معتبر ہوگا اس کے علاوہ کی گنجائش نہیں۔

اسلاف سے منقول کونسا معنی ہے؟ اس بارے میں شیخ ابن تیم کے حوالے سے لکھا۔

وقد دارت اقوال السلف علی ان فضل اللہ و رحمتہ (فی ھذہ الآیۃ) الاسلام والسنۃ (القول الفصل، ۸۷)	اسلاف کے اقوال اسی کے اندر منحصر ہیں کہ اس آیت میں فضل اللہ اور رحمت سے مراد اسلام اور سنت ہے۔

ہم یہاں مخالفین کے اس رد کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے نزولِ آیت کے مقصد سے آگاہی ضروری ہے۔

مذکورہ آیت کے نزول کا مقصد

اس آیت کے مقصدِ نزول کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کے دو مقاصد سامنے آتے ہیں:

۱۔ سعاداتِ روحانیہ، سعاداتِ جسمانیہ سے افضل ہیں۔

۲۔ لذاتِ روحانیہ پر ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے حوالے سے ان پر خوشی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

شیخ المفسرین امام فخر الدین رازیؒ نے سورۂ یونس کی مذکورہ آیات پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کر کے دونوں مقاصد بیان کئے اور فرمایا یہ آیات نبوت محمدیؐ کے ثبوت پر واضح دلیل ہیں۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ اولیٰ: واضح رہے کہ اثباتِ نبوت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس شخص نے نبوت کا اعلان کیا اور اس کے ہاتھ پر معجزہ کا صدور ہوا لہٰذا یہ اللہ کی طرف سے رسول برحق ہے۔ اس دلیل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ مبارکہ میں ان الفاظ میں فرمایا:

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

(یونس، ۳۷-۳۸)

اور یہ قرآن ایسی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باندھ لیا جائے۔ (تصنیف کر لی جائے) لیکن اس کی تصدیق سامنے ہے اور رب العٰلمین کی طرف سے اس کتاب کی تفصیل میں کوئی شک نہیں۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ خود اس کو گھڑ لیا ہے تو فرما دیجئے کہ اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور بلا لو جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ پہچانیں کہ اعتقادِ حق اور عملِ صالح کیا ہے! تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ اعتقاد و عمل جو دنیا سے بیزار اور آخرت کی طرف راغب رکھے وہ صالح ہے اور جو اس کی ضد ہوگا وہ غیر صالح اور اس کی نشاندہی کے لیے ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہوگی جو انسانِ کامل، قوی النفس، مشرق الروح اور بلند شخصیت ہو جو ناقصینِ مخلوق کو مقامِ کمال تک پہنچا دے۔ یہی ہستی نبی کی ہوتی ہے۔ جب درجۂ نقصان سے درجۂ کمال پر پہنچنے والوں کے مختلف درجات ہیں تو یقیناً انبیاء کے درجات بھی مختلف ہوں گے۔

یہ آیات صحتِ نبوتِ محمدی پر دلیل ہے

جب یہ مقدمہ آشکار ہوگیا تو اب ہم (رازی) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں نبوتِ محمدی کی صحت بطریقِ معجزہ ثابت فرمائی تھی۔ اور اس آیت نمبر ۵۷ میں آپ کی نبوت کی صحت دوسرے طریقے سے ثابت کی ہے۔

ففی هذا الآیة بین صحة نبوته بالطریق الثانی و هذا الطریق طریق کاشف عن حقیقة النبوة معرف لماهیتها۔	پس اس آیت (۵۷) میں آپ کی نبوت کی صحت دوسرے طریق پر واضح کی ہے اور یہ طریق حقیقتِ نبوت کے لیے کاشف اور اس کی ماہیئت کی تعریف ہے۔

پہلے استدلال کو مناطقہ برہانِ انی اور دوسرے کو برہانِ لمی کہتے ہیں اور دوسرا طریق بلاشبہ پہلے سے اعلیٰ۔ اشرف۔ اکمل اور افضل ہوتا ہے۔

مسئلہ ثانیہ: واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں قرآن کے چار اوصاف بیان کیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے موعظت، سینوں کے لیے شفا۔ ہدایت اور رحمت اور ظاہر ہے ان میں سے ہر ایک کا مخصوص اور جدا فائدہ ہے۔ یہاں ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جب ارواح کا تعلق اجسام سے ہو جاتا ہے تو ارواح حواسِ خمسہ کے ذریعے اس عالم دنیوی کی لذّات سے متلذّذ ہوتی ہیں اور ان میں اس کا استغراق عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ کا سبب بن جاتا ہے۔ اس کے لیے ایک طبیبِ حاذق کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اگر بہتر معالج نہ ملا تو ایسا مریض ختم ہو جائیگا۔

جب یہ تمہید سمجھ میں آگئی تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم طبیبِ حاذق اور قرآن ان چار ادویات کا مجموعہ ہے جو امراضِ قلوب کا علاج ہیں۔

طبیب اور مریض کے چار مراتب

۱۔ طبیب، مریض کو ان اشیاء سے احتراز کا حکم دے جو وجہ مرض ہیں ۔ یہ موعظت ہے۔ کیونکہ وعظ نام ہی اسی بات کا ہے کہ ہر اس شے سے منع کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور اور دل کو غیر اللہ سے متعلق کر دے ۔

۲۔ الشفا: ایسی دوا کا استعمال جو باطن سے اخلاطِ فاسدہ زائل کر دے۔ اسی طرح انبیاء پہلے مخلوق کو محظورات سے منع کرتے ہیں تاکہ ان کے ظواہر غلط کاموں سے پاکیزہ ہو جائیں۔ پھر انہیں طہارتِ باطن کی تلقین کرتے ہیں اور یہ مجاہدہ سے اخلاقِ ذمیمہ کا ازالہ اور اخلاقِ حمیدہ کا حصول ہوگا تو جب عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا حاصل ہوگیا تو یہ نفس کی شفا ہے۔

۳۔ حصولِ ہدایت : یہ مرتبہ دوسرے مرتبہ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ روح فیضِ الٰہی کا محل بننے کے قابل ہے اور اللہ تعالیٰ فیض عطا کرنے والا ہے۔ اب اگر روح عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ ذمیمہ میں ملوث ہو جائے تو اس پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو جب تک ظلمت قائم رہے گی، نور کا حصول نہیں ہوگا۔ جب عقائد فاسدہ وغیرہ کا ازالہ ہو جائے گا تو عالمِ قدس کی ضو نفسِ قدسیہ میں واقع ہوگی اور یہ ضو ہدایت ہی ہے ۔

۴۔ جب نفس مذکورہ درجاتِ روحانیہ اور معارجِ ربانیہ کو حاصل کر لیتا ہے تو وہ اس وقت اس جوہرِ شمس سے فیض پاتا ہے جو اس تمام عالم کو منور کر رہا ہے۔ رحمۃ للمؤمنین کے کلمات سے یہی درجہ مراد ہے۔ یہاں مومنین کا ذکر اس لیے ہے کہ معاندین کے ارواح انبیاء کے ارواح کے انوار سے مستفید و مستنیر نہیں ہو سکتے ۔

لان الجسم القابل للنور عن قرص الشمس هو الذی یکون وجهه مقابلاً لوجه الشمس فان لم تصل هذه المقابلة لم یقع ضوء الشمس علیه و کذالك کل روح مالم تتوجه الی خدمة ارواح الانبیاء المطهرین لم تنتفع بانوارهم ولم یصل الیها آثار تلك الارواح المطهرة المقدسة ۔	کیونکہ وہی جسم سورج کی ٹکیہ سے نور پائے گا جس کا چہرہ شمس کے چہرے کے مقابل ہوگا ۔ اگر یہ مقابلہ حاصل نہ ہوگا تو اس جسم پر شمس کی ضو واقع نہ ہوگی ۔ اسی طرح جب تک ہر روح انبیاء کے مطہر ارواح کی بارگاہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ان کے انوار سے نفع نہیں پا سکتی اور نہ ہی ان مقدس ارواح کے آثار اس پر ظہور پذیر ہوں گے ۔

الغرض موعظت ظواہرِ خلق کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی شریعت ہے ۔ شفاءِ ارواح کے عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے تطہیر کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی طریقت ہے ۔ الہدیٰ نورِ حق کے قلوبِ صدیقین پر ظہور کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی حقیقت ہے اور رحمت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دل کمال و روحانیت کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ وہ ناقصین کی تکمیل کا سبب ہیں ۔ یہی نبوت ہے ۔

سعاداتِ روحانیہ سعاداتِ جسمانیہ سے افضل ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس آیت (۵۷) میں ان اسرارِ عالیہ الٰہیہ پر آگاہ کرنے کے بعد فرمایا :

قل بفضل اللّٰہ و برحمته فبذالك فلیفرحوا ۔

اس سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان السعادات الروحانیہ افضل من السعادات الجسمانیہ۔ (روحانی سعادتیں جسمانی سعادتوں سے افضل ہوا کرتی ہیں)

لذاتِ روحانیہ کو فضلِ الٰہی سمجھ کر خوشی کی جائے

اس آیت (۵۸) کے مباحث میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب یہ لذاتِ روحانیہ انسان کو حاصل ہوں۔ تو وہ ان پر ان کی ذوات کے اعتبار سے خوش نہ ہو۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس حوالے سے خوشی کا اظہار کرے کہ اللہ کی طرف سے ہیں اور یہ اس کا فضل ہے۔

فهذه اسرار عالية اشتملت عليها هذه الالفاظ التي ظهرت من عالم الوحي و التنزيل هذا ما تلخص عندنا في هذا الباب اما المفسرون فقالوا فضل الله الاسلام و رحمته القرآن.	یہ وہ بلند و عالی اسرار ہیں جن پر یہ وحی الٰہی کے الفاظ مشتمل ہیں اور ہمارے نزدیک سابقہ گفتگو اسی کا خلاصہ ہے۔ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمتہ سے قرآن مراد ہے۔

(تفسیر کبیر، جز ۱۷، ۱۱۷ تا ۱۱۸)

چند اہم نکات

شیخ المفسرین امام رازی کی گفتگو سے یہ چند اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ یہ آیاتِ مبارکہ صحتِ نبوتِ محمدی پر کامل دلیل ہیں۔

۲۔ روحانی سعادتیں جسمانی سعادتوں سے افضل ہوتی ہیں۔
۳۔ ہر روحانی سعادت کو اللہ کی طرف سے سمجھا جائے۔
۴۔ ہر روحانی سعادت کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے۔
۵۔ محمد عربیؐ کی ذاتِ اقدس طبیبِ حاذق ہے اور قرآن نسخۂ کیمیا ہے۔
۶۔ یہ نسخہ اسی وقت کارگر ہو سکتا ہے جب اس طبیبِ حاذق کے ارشاد کے مطابق استعمال کیا جائے گا۔

ہر ذی علم کو دعوتِ فکر

ان آیات کا مقصد واضح ہونے کے بعد کوئی بھی ذی علم کہہ سکتا ہے کہ ان آیات سے حضورؐ کی ذاتِ اقدس اور آپ کی تشریف آوری مراد لینا اسلاف کی مخالفت ہے۔ جس ذات کی نبوت کو اللہ تعالیٰ ان آیات سے ثابت فرما رہے ہیں اس ذات کو ان کے مفہوم ہی سے خارج کر دینا زیادتی و ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ نسخہ اور ادویات پر خوشی کا اظہار (بصورتِ جشنِ نزولِ قرآن) مانا جائے مگر جو نسخہ لانے اور تجویز کرنے والے طبیبِ حاذق ہیں ان آیات سے ان کو مراد لینا بھی پسند نہ کیا جائے۔ کیا یہی ایمان ہے؟ جب ہر چھوٹی بڑی سعادت پر خوشی کا اظہار ان آیات سے ثابت ہے تو جو ذات سر چشمہ سعادت ہے اس کی — خوشی کا حکم یہ آیات کیوں نہیں دیتیں؟ جب ہر فضل و رحمت پر خوشی کا حکم ہے تو جو فضلِ کبیر اور رحمتِ للعالمین ہے اس کی خوشی پر جشن منانے کا بطورِ اولیٰ حکم ہوگا۔

دیگر مفسّرین کرام کی تائید

یہاں یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ یہ مقصد آیات صرف امام رازی نے ہی

بیان کیا ہے۔ بلکہ دیگر مفسّرین نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے۔ چند ایک کی عبارات درج ذیل ہیں:

۱۔ امام خازنؒ الفاظِ آیت پر گفتگو کے بعد لکھتے ہیں

ومعنى الآية ليفرح المؤمنين بفضل الله وبرحمته اى ما آتاهم الله من المواعظ وشفاء الصدور وثلج اليقين بالايمان وسكون النفس اليه (هو خير مما يجمعون) يعنى من متاع الدنيا ولذاتها الفانية هذا مذهب اهل المعانى فى هذه الآية واما مذهب المفسرين فغير هذا فان ابن عباس والحسن وقتادة قالوا فضل الله فالاسلام ورحمته القرآن۔

آیت کا معنی یہ ہے کہ مومنوں کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت" یعنی اللہ نے جو انہیں موعظت، شفاء ایمان اور سکونِ نفس دیا" پر خوشی کرنی چاہیئے۔ (ہر اس شے سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہیں) یعنی دنیوی متاع و سامان اور اس کی فانی لذتیں، اہل معانی کا اس آیت کے بارے میں یہی مذہب ہے اور مفسّرین کا مذہب اس کے علاوہ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، حسن اور قتادہ نے کہا ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام اور قرآن ہے۔

(لباب التاویل، ۲ : ۳۲۰)

۲۔ امام نسفی مقصدِ آیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وايجاب اختصاص الفضل والرحمة بالفرح دون ما عداهما من فوائد الدنيا۔

اس کا مقصد خوشی کو فضل و رحمت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے نہ کہ فوائد دنیا کے ساتھ۔

(مدارک التنزیل ۲: ۳۲۰)

۳۔ قاضی ثناء اللہ مظہری نے بھی یہی الفاظ تحریر کئے ہیں:

دایجاب اختصاص مجتمی	فرحت وخوشی قرآن یا فضل ورحمت
الکتاب او الفضل والرحمۃ	کے حصول کے ساتھ مخصوص ہے۔
بالفرح دون ما عداھامن	فوائد دنیا کے ساتھ نہیں۔
فوائد الدنیا۔	

(المظہری، ۵: ۳۵)

مفسرین اور اہلِ حقیقت کی مرادیں تضاد نہیں

یاد رہے امام رازی اور دیگر مفسرین کی عبارات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مفسرین اور اہلِ معانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ اہلِ حقیقت نے جنس فضل و رحمت مراد لی ہے اور اہلِ تفسیر نے اس جنس سے دو اہم افراد اسلام اور قرآن مراد لیے ہیں لہٰذا ان میں کوئی تضاد نہیں۔

الغرض ان تمام اقتباسات نے آشکار کر دیا ہے کہ مقصد آیت فوائد روحانیہ پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے۔ یعنی اے لوگو فوائد دنیا پر خوشی نہ کرو کیونکہ یہ تو فانی اور ختم ہونے والے ہیں بلکہ تم فوائد روحانیہ پر خوشی کرو جو تمہیں دنیا و آخرت ہر جگہ کام آئینگے۔

صرف ایک نہیں بلکہ گیارہ اقوال ہیں

انصاری صاحب کا یہ مغالطہ انگیز بیان بھی قابلِ گرفت ہے کہ الفاظِ قرآن "فضل اللہ وبرحمتہ" کے بارے میں صرف ایک قول "اسلام اور قرآن" ہی ہے۔ جیسا کہ ابنِ قیم کے حوالے سے انہوں نے ذکر کیا۔ اگر وہ دیگر تفاسیر کا مطالعہ کرتے تو معلوم ہوتا یہاں تقریباً گیارہ اقوال موجود ہیں۔ بلکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے ان سے ذاتِ محمدیؐ بھی مراد لی ہے ۔ ہم خازن، روح المعانی اور مظہری کے حوالے سے وہ تمام اقوال ذکر کرتے ہیں ۔

۱ ۔ حضرت ابنِ عباس، حضرت حسن اور حضرت قتادہ کا قول :

فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے مراد قرآن ہے ۔

۲ ۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے

فضل اللہ قرآن اور رحمت سے اہلِ قرآن میں سے ہونا مراد ہے ۔

۳ ۔ حضرت ابنِ عمر کا قول :

فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے دلوں کا مزیّن کرنا مراد ہے ۔

۴ ۔ یہ قول بھی ہے :

فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے جنت مراد ہے ۔

۵ ۔ یہ بھی قول ہے :

فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے سنن مراد ہیں ۔

(الخازن، ۲ : ۳۲۰)

علاّمہ آلوسی کہتے ہیں :

۶ ۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے :

فضل و رحمت دونوں سے قرآن مراد ہے ۔

فضل و رحمت سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے

۷ ۔ مشہور محدث ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے :

فضل اللہ سے علم اور رحمت سے مراد محمد عربیؐ کی ذاتِ اقدس ہے ۔

۸۔ خطیب بغدادی اور ابنِ عساکر نے نقل کیا:

فضل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور رحمت سے سیّدنا علی مراد ہیں۔

علامہ یہ معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ اقدس بلاشبہ رب کریم کی رحمت ہیں مگر،

المشهور وصف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالرحمة كما يرشد اليه قوله تعالى وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين	سراپا رحمت ہونا حضور علیہ السلام کا وصفِ مبارک ہے جس کی شہادت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی وما ارسلنٰک الا رحمة للعٰلمين عطا کرتا ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ مفسّرین کا ذہن لفظ رحمت سے حضور علیہ السلام ہی کی طرف منتقل ہوتا ہے مگر افسوس ایسے ذہن پر جو اس سے حضور کی ذات کو خارج کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔

ان دونوں اقوال میں تصریح ہے کہ فضل و رحمت سے مراد سرورِ عالم کی ذاتِ اقدس ہے اور مراد لینے والوں میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔

اب آپ کا یہ کہنا کہ اسلاف میں سے کسی نے یہ مراد ہی نہیں لیا، کہاں تک درست ہے؟

۹۔ یہ بھی قول ہے:

دونوں سے مراد جنت اور دوزخ سے نجات پانا ہے۔

(روح المعانی پ ۱۱، ۱۴۱)

۱۰۔ فضل اللہ سے ایمان اور رحمت سے جنت مراد ہے۔

۱۱۔ حضرت مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے۔

فضل اللہ سے ایمان اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔

(المظہری ۵: ۳۵-۳۶)

ان گیارہ اقوال میں کوئی تضاد نہیں بلکہ ہر ایک نے روحانی سعادتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے

"بلا اختلاف حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل ترین فضل ہیں اس لیے اس آیتِ مبارکہ سے بدلالۃ النص یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضورؐ ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہا ہے۔"

آگے چل کر اس پر دیگر قرآنی آیات سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں:
"اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سیاق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام لیے جائیں کہ قرآن مجید اس کا ایک فرد رہے تو زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ فضل ورحمت سے حضورؐ کا قدوم مبارک مراد لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور ان میں قرآن بھی ہے سب اس میں داخل ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ حضورؐ کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔ پس اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضورؐ کے وجود باجود (وجود نوری ہو یا ولادتِ ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہئیے۔ اس لیے کہ حضورؐ ہمارے لیے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔ دوسری تمام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضورؐ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔

الغرض اصل الاصول تمام فضل و رحمت کی حضورؐ کی ذات بابرکات ہوئی۔
پس ایسی ذاتِ بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے۔

(مجموعہ خطبات بنام میلاد النبیؐ از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۲۰-۱۲۱
مطبوعہ جمیلی کتب خانہ لاہور)

یہ ضابطہ ہی نہیں

شیخ انصاری کا یہ کہنا کہ آیت کو جس معنی پر اسلاف نے محمول نہیں کیا اس پر محمول کرنا غلط ہے یہ کوئی ضابطہ نہیں ورنہ دین و شریعت کا معطل ہونا لازم آئے گا۔

بہت سے حوادثات و واقعات اسلاف کے دور میں نہیں تھے۔ ان کا حکم آیات سے کیسے ثابت کیا جائے گا۔

دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ کیا قرآن میں تدبّر کا حکم صرف اسلاف کے لیے ہی تھا؟ یہ بات کوئی ذی علم نہیں کہہ سکتا۔ قرآن میں تدبّر کا حکم تاقیامت اہلِ علم کے لیے ہے۔ —— اگر اسلاف کی بیان کردہ تعبیر پر ہی اکتفا ضروری اور واجب ہے تو پھر تدبّر کا کیا معنی؟

امام قرطبی نے بعض اہل علم کا یہ قول نقل کر کے دلائل کے ساتھ رد کیا ہے:

قال بعض العلماء ان التفسیر	بعض اہلِ علم نے کہا تفسیر سماع پر موقوف
موقوف علی ع بقوله تعالیٰ	ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
"فان تنازعتم فی شیٔ فردوه	"اگر تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو
الی الله والرسول" وهذا	جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع
فاسد لان النهی عن تفسیر	کرو"۔ یہ قول فاسد ہے کیونکہ
القرآن لا یخلو اما ان یکون	قرآن سے منع کیا گیا اس سے مراد کیا ہے؟

المراد به الاقتصار على النقل
والمسموع وترك الاستنباط
او المراد به امر آخر وباطل
ان يكون المراد به الا يتكلم
احد في القرآن الا بما سمعه
فان الصحابة رضي الله عنهم
قد قرؤوا القرآن واختلفوا
في تفسيره على وجوه وليس
كل ما قالوه سمعوه عن النبي
صلى الله عليه وسلم فان
النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم دعا لابن عباس و
قال اللهم فقهه في الدين
وعلمه التاويل فان كان
التاويل مسموعا كالتنزيل فما
فائدة تخصيصه بذلك و
هذا بين لا اشكال فيه (الجامع لاحكام القرآن ۱ : ۲۶)

نقل وسماع پر اکتفاء کرتے ہوئے
استنباط کو ترک کر دیا جائے یا کوئی اور
معنٰی مراد ہے؟ پہلی شق اختیار کرنا کہ
قرآن کی تفسیر سماع پر ہی موقوف ہے
باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ نے قرآن کی
تفسیر میں اختلاف کیا اور جو کچھ انہوں
نے بیان کیا وہ تمام نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول نہیں تھا۔ پھر حضور
علیہ السلام نے ابن عباس کے لیے یہ
دعا کی: اے اللہ اسے دین میں بصیرت
دے اور کتاب کی تاویل کا علم دے۔
اگر قرآن کی طرح تاویل وتفسیر کا سماعی
معاملہ ہی ہوتا تو اس دعا کے ساتھ
انہیں مخصوص کرنے کا کیا فائدہ؟
اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ اس
میں کوئی اشکال نہیں۔

بلکہ ضابطہ یہ ہے

بلکہ ضابطہ یہ ہے کہ اسلاف نے جو معنٰی آیت بیان کیا اس کے مخالف کوئی معنٰی قبول نہیں کیا جائے گا۔ شیخ انصاری نے اپنی تائید میں شیخ محمد بن موصلی کا ذکر

کیا ہے۔ اس کے الفاظ بھی ہماری تائید کرتے ہیں۔

ان احداث القول فی تفسیر کتاب اللہ الذی کان السلف والائمة علی خلافه یستلزم احد امرین اما ان یکون خطاء فی نفسه او تکون اقوال السلف المخالفة له خطاء ولا یشک عاقل انه اولی بالغلط والخطاء من قول السلف

کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسا قول کرنا جو اسلاف اور ائمہ کی تفسیر کے مخالف ہو دو امور میں سے ایک کو یقیناً مستلزم ہوگا یا وہ نیا قول غلط یا سلف کا قول غلط ہوگا اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ہر عاقل اس نئے قول کو ہی غلط کہے گا کیونکہ اسے غلط کہنا اسلاف کو غلط کہنے سے بہتر ہے

(القول الفصل ۷۷)

اسی طرح انصاری صاحب نے الصارم المنکی سے شیخ ابن عبدالہادی کی جو عبارت نقل کی ہے وہ بھی ان کے لیے مفید نہیں۔

لا یجوز احداث تاویل فی آیة و سنة لم یکن علی عهد السلف ولا عرفوه ولا بینوه للامة فان هذا یتضمن انهم جهلوا الحق فی هذا وضلوا عنه واهتدی الیه هذا المعترض المستاخر

کسی آیت یا سنت کی ایسی تاویل و معنی کرنا جو عہد سلف میں نہ تھا اور وہ اسے نہ جانتے تھے نہ لوگوں کو بیان کرتے تھے۔ یہ نیا معنی اس بات کو مستلزم ہوگا کہ وہ اس معاملہ میں حق سے جاہل تھے اور اس سے گمراہ تھے اور بعد میں آنے والے لوگوں نے اسے صحیح طور پر پا لیا

(القول الفصل ۷۷)

اول تو اسلاف میں سے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے

عنہما کا قول گذر چکا ہے کہ رحمت سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔ اگر بالفرض یہ کسی کا قول نہ بھی ہوتا تب بھی حضور کی ذات مراد لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے اسلاف کی بیان کردہ تفسیر کی مخالفت ہرگز لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جو اس آیت سے قرآن اور اسلام مراد لے رہا ہے، وہ صاحبِ قرآن اور صاحبِ اسلام کو کیسے خارج مانے گا۔ شیخ ابنِ قیم کو ہی لیجئے انہوں نے "بفضل اللّٰہ وبرحمتہ" سے اسلام اور سنّت مراد لی ہے۔ اور جو اس پر دلیل ہے — کہ ان سے خوشی و فرحت کیسے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے:

علی حسب حیاۃ القلب یکون	حیاتِ قلب کے مطابق اسلام اور
فرحہ بہما وکلما کان ارسخ	سنّت سے فرحت ہوگی۔ جیسے جیسے
فیہما کان اشد فرحاً فصاحب	ان میں رسوخ ہوگا فرحت زیادہ ہوتی
السنۃ حی القلب مستنیرہ	جائے گی پس سنّت پر چلنے والا زندہ
وصاحب البدعۃ میت	و منور دل اور بدعتی مردہ اور
القلب مظلمہ۔	تاریک دل والا ہوتا ہے۔

(القول الفصل ، ۸۷)

وہ ذات جس کی سنّت و طریقہ پر چلنے سے فرحت و خوشی نصیب ہوتی ہے خود اس ذاتِ اقدس کے تذکرہ سے فرحت و خوشی بطریق اولیٰ ہونی چاہیئے بلکہ اسلام اور سنت پر ایمان بعد میں ہے پہلے اس ذاتِ اقدس کا ماننا ضروری ہے۔ اسے مانے بغیر اسلام اور سنّت کا کوئی اعتبار نہیں۔

لفظ "قُل" کی حکمت

اسی لیے اللّٰہ تعالےٰ نے اس آیتِ قرآنی کی ابتداء لفظ "قل" سے فرمائی ہے تاکہ اُمت پر واضح رہے کہ یہ اسلام اور قرآن حضورؐ کے ذریعے اور حوالے

سے ہے ۔ جیسے ہی تمہیں کسی نعمت اور اللہ کے فضل وکرم کی یاد آئے تو ساتھ یہ احساس بھی اجاگر ہو کہ یہ ہمیں حضور کے واسطہ اور وسیلہ سے حاصل ہوئی ہے ۔

تو یہاں آیت نے اسلام اور قرآن پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے وہاں یقیناً اس واسطہ و وسیلہ پر خوشی کے اظہار کا حکم ہوگا ۔ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ کچھ لوگ اس آیت میں قرآن، اسلام اور سنت کو شامل رکھیں گے مگر میرے محبوب کو اس سے خارج کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے اس نے لفظ "قُل" کا اضافہ فرمایا ہے تاکہ آیت کا پہلا لفظ ہی حضورؐ کی طرف متوجہ کردے ۔

مخالفتِ اسلاف کب ہوگی ۔

اس رد کے اختتام سے پہلے یہ بھی جان لیا جائے کہ اس آیتِ قرآنی کے معنی و تفسیر میں اسلاف کی مخالفت لازم تب آئے گی جب اس کی تفسیر میں اس بات کو شامل کر دیا جائے کہ فوائد دنیا کے حصول پر خوشی کا حکم ہے اور یہ بات ہرگز کوئی نہیں کہتا ۔ محافلِ میلاد سراسر ذکرِ الٰہی و ذکرِ رسول کا اجتماع ہوتی ہیں اور یہ فوائد روحانیہ کا ذریعہ ہیں ۔ البتہ اگر کوئی شخص انہیں حصولِ دنیا کا ذریعہ بناتا ہے، یہ اس کی اپنی بدبختی ہے ۔ اس میں محفل میلاد کا کیا قصور ؟

اصادر

سُنّتِ نبوی

اور

محفلِ میلاد

حضور علیہ السلام کے تین اعمالِ مبارکہ

ہم اس جگہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے ہمارے اسلاف نے محفلِ میلاد کے انعقاد پر استدلال کیا ہے :

پیر کے دن کا روزہ

حضور علیہ السلام ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے ۔ حضرت قتادہ رضؓ نے اس روزہ کے بارے میں آپ صؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا :

ذالك يوم فيه ولدت — فرمایا یہ دن میری ولادت کا دن ہے
وفيه انزل ۔ (المسلم کتاب الصیام) — اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل کیا گیا۔

شیخ محمد علوی مالکی مذکورہ حدیث سے محفلِ میلاد پر استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آپ کے اس عمل مبارک سے واضح ہے :

انه صلى الله عليه وسلم كان — کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یوم میلادؐ
يعظم يوم مولده ويشكر الله — کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس میں اپنے
تعالیٰ فيه على نعمته الكبرىٰ — اوپر ہونے والی عظیم نعمت اور وجود
عليه وتفضله عليه بالوجود — باجود عطا کرنے پر جس کی وجہ سے ہر
لهذا الوجود اذ سعد به — موجود کو سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ

کل موجود وکان یعبر عن ذلک التعظیم بالصیام — وھذا فی معنی الاحتفال بہ الا ان الصورة مختلفة ولکن المعنی موجود سواء کان ذلک بصیام او اطعام طعام او اجتماع علی ذکر او صلاتہ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او سماع شمائلہ الشریفة۔

(مقدمہ المورد الروی ۹-۱۰)

کا شکریہ ادا کیا اور وہ روزے کی صورت میں تھا ——

اور محفل میلاد بھی یہی ہے اگرچہ صورةً مختلف مگر معنوی طور پر ایک ہی ہے خواہ وہ روزہ ہو، کھانا کھلانا، مجلس ذکر ہو یا درود وسلام کی محفل یا نعت خوانی کی صورت ہو۔

یعنی ان سب افعال واعمال کا محرک بنیادی طور پر ایک ہی جذبہ ہے کہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

شیخ ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جن ایام میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول ہو ان میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور سب سے بڑی نعمت امت کے لیے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہے۔

وفیہ اشارة الی استحباب صیام الایام التی تجدد فیھا نعم اللہ تعالیٰ علی عبادہ فان اعظم نعم اللہ علی ھذہ الامة اظھار محمد صلی اللہ علیہ

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جن ایام میں انعامات فرمائے ہیں ان میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت سرور عالم صلی اللہ

وسلم لهم ولبعثته وارساله اليهم كما قال تعالى لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم فان النعمة على الامة بارساله اعظم من النعمة بايجاد السماء والارض و الشمس والقمر والرياح والليل والنهار وانزال المطر واخراج النبات و غير ذلك فان هذه النعمة كلها قد عمت خلقا من بني آدم كفروا بالله وبرسله وبلقائه فبدلوا نعمة الله كفرا واما النعمة بارسال محمد صلى الله عليه وسلم فان بها تمت مصالح الدنيا والآخرة وكمل بسببها دين دين الله الذي رضيه لعباده وكان قبوله سبب سعادتهم

تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت، بعثت اور رسالت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا کیونکہ امت کے لیے حضور علیہ السلام کا مبعوث ہونا، آسمان و زمین، شمس و قمر، ہوا، رات دن، بارش اور نباتات وغیرہ کے پیدا ہونے سے بڑی نعمت ہے۔ بلاشبہ یہ نعمتیں تمام اولادِ آدم کے لئے ہیں خواہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہوئے ان نعمتوں کی ناشکری کی مگر حضور کی تشریف آوری سے دنیا و آخرت کے تمام مصالح تام ہوئے۔ آپ کے سبب وہ دین مکمل ہوا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا اور جس کا قبول کرنا بندوں کے لیے دنیا و آخرت میں سعادت کا باعث ہے۔ لہٰذا ایسے دنوں میں روزہ رکھنا جن میں یہ نعمتیں

فی دنیاهم واخرتهم فصیام یوم تجددت فیه هذه النعم من الله علی عباده حسن جمیل ومن باب مقابلة النعم فی اوقات تجددها بالشکر ونظیر هذا صیام یوم عاشورا

اللہ کی طرف سے حاصل ہوئیں نہایت ہی اچھا عمل ہے۔ اور یہ ان اوقات میں تجدید نعمت پر شکریہ کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی مثال یوم عاشور کا روزہ ہے۔

(لطائف المعارف : ۱۸۹)

۲۔ آپ ؐ کا مدینہ طیبہ میں اظہارِ شکر کے طور پر جانور ذبح کرنا

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک محفلِ میلاد کی اصل احادیث میں آپ ؐ کا یہ عمل ہے کہ آپ ؐ نے مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کئے۔ بعض لوگوں نے حضور ؐ کے اس عمل کو عقیقہ قرار دیا تھا۔ لیکن امام موصوف اس کا رد کرتے ہوئے، رقمطراز ہیں کہ عقیقہ تو آپ ؐ کے دادا حضرت عبد المطلب کر چکے تھے۔

العقیقه لا تعاد مرةً ثانیة فیحمل ذالك علی ان الذی فعله النبی اظهاراً للشکر علی ایجاد الله ایاه رحمةً للعالمین وتشریع لامته۔

اور عقیقہ زندگی میں دو بار نہیں کیا جاتا اس لیے آپ ؐ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور اپنی امت کے لیے اسے مشروع بنانے کے لیے بھی آپ نے یہ عمل فرمایا۔

(حسن المقصد فی عمل المولد ۱۹۶)

۳ - حضرتِ موسیٰ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کی یاد میں حضورؐ کا روزہ

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے ۔

فوجد الیہود یصومون عاشوراء فسئلوا عن ذلک فقالوا ھوالیوم الذی اظہر اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل علی فرعون ونحن نصومہ تعظیماً لہ۔

تو یہود کو آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن اولی بموسیٰ منکم ثم امر بصومہ ۔ (البخاری باب ا ن الیہود)

ہم تم سے موسیٰ کے زیادہ محب ہیں ۔ پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا :

انتم احق بموسیٰ منہم فصوموہ

تم ان سے موسیٰ کے زیادہ قریبی ہو پس اس دن تم روزہ رکھو ۔

امام المحدثین حافظ ابن حجر سے جب محفل میلاد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کے جواز پر یہی حدیث بیان فرمائی اور کہا :

وقد ظہر لی تخریجہا علی اصل ثابت وھو ما ثبت فی الصحیحین من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینہ فوجد الیہود.

بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت میرے نزدیک محفل میلاد کے جواز پر سند کا درجہ رکھتی ہے ۔

واقعہ "جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے شکریہ کے طور پر دن منایا جا سکتا ہے تو جب اس امت پہ اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم احسان فرمایا جس پہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی رشک کرتے ہوئے کہتے ہیں " اے اللہ مجھے اس نبی کی امت بنا " تو اس انعام پر شکریہ ادا کرنا کیسے بدعت و گمراہی ہو گا ۔ بلکہ جب آپ کی ذات اقدس عظیم ترین نعمت ہے تو امت پر شکریہ بھی اتنا ہی اہم اور احق ہو گا ۔ یہی بات حافظ ابن حجر نے ان کلمات میں بیان کی ۔

فیستفاد من فعل ذلک شکر اللہ تعالیٰ علی ما من بہ فی یوم معین من اسداء نعمۃ او دفع نقمۃ ولیعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم والشکر للہ تعالیٰ یحصل بانواع العبادات والسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ

اس عمل نبوی سے آشکار ہے کہ اس دن جس میں کسی نعمت کا حصول ہو یا کوئی مصیبت ٹلی ہو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے اور وہ دن جب لوٹ کر آئے گا تو اس میں بھی شکریہ ادا کیا جائے اور شکر الٰہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً عبادات و سجدہ ریزی، روزہ اور صدقات و تلاوت ۔

اس کے بعد وہ توجہ دلاتے ہیں کہ ساری نعمتیں اپنی جگہ مگر

ای نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی الکریم

یوم میلاد النبی میں جو عظیم نعمت اللہ کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی اس سے

نبی الرحمۃ فی ذلک الیوم۔ بڑھ کر کوئی نعمت ہی نہیں

(المورد الروی، ۳۱)

س ۔ میلاد النبی کا جشن منانا یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ولادت کے دن کو عید کے طور پر مناتے ہیں۔

ج ۔ سابقہ ارشادِ نبوی سے اس اعتراض کا قلع قمع بھی ہو جاتا ہے کیونکہ شریعت سے کاملاً آگاہ صاحب شریعت ہی ہیں! جب انہوں نے عملِ خیر میں مشابہت سے منع نہیں کیا بلکہ ان سے بڑھ کر محبت کا اظہار کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو اس اعتراض کی کیا گنجائش؟ مخالفین کے مطابق تو آپ کو یہ اعلان فرما دینا چاہئیے تھا کہ میری امت اس دن ہرگز روزہ نہ رکھے کیونکہ اس دن عیسائی روزہ رکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ اسلام نے کافر کے ساتھ جس مشابہت سے منع کیا وہ یہ ہے کہ اس کا ہر وہ عقیدہ و عمل جو اسلام کے منافی ہو اس سے احتراز لازمی ہے اگر کسی نے ایسے معاملات میں ان سے مشابہت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی۔ یہی وجہ ہے جو لوگ اسلام کی روح سے آگاہ ہیں انہوں نے فرمایا جب عیسائی اپنے نبی کے یوم میلاد کو عید کے طور پر مناتے ہیں تو اہلِ اسلام کو اپنے نبی کے یومِ میلاد کو اس سے بڑھ چڑھ کر منانا چاہئیے۔ اور یہ کفار کے ساتھ مشابہت نہیں بلکہ شیطانی قوتوں کو زندہ درگور کرنا ہے۔

امام القراء حافظ الحدیث شیخ ابن ا ری کی سنیئے:

ولم یکن فی ذلک الا ارغام	محفل میلاد شیطانی قوتوں کے لیے
الشیطان وسرور اھل ایمان	موت اور اہل ایمان کی زندگی ہے۔
واذا کان اھل الصلیب اتخذوا	اور جب عیسائی دنیا اپنے نبی کے یوم
لیلۃ مولد نبیھم عید الاکبر	میلاد کو بڑی عید قرار دیتے ہیں تو اہل

فاھل الاسلام اولی بالتکویم	اسلام تو اپنے نبی کے یوم میلاد کی تکریم
(ماجد در المورد الروی، ۲۹-۳۰)	کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

س: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ایک دفعہ ہوئی اور وہ دن گزر گیا اب ہر سال تو وہ دن لوٹ کر نہیں آتا لہٰذا اسے مناتے کی کیا ضرورت ؟

ج: سابقہ روایت میں حضور علیہ السلام کا عمل خود اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ جس دن میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل کا اظہار فرمایا ہو وہ دن جب بھی لوٹ کر آئے تو اسے شکریہ کے طور پر منایا جائے۔ یہود نے جب بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو برباد کر دیا اور ہم بطور شکریہ اسے مناتے ہیں تو آپ نے فرمایا آئندہ ہم بھی روزہ رکھا کریں گے اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ اگر ہر سال اس دن کو منانا بدعت ہوتا تو آپ سے بڑھ کر آگاہ کون ہے؟ آپ انہیں منع فرما دیتے، آپ نے تو یہ ضابطہ فراہم کر دیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا حصول ہوا ہو اسے بطور یادگار مناتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

شیخ محمد علوی مالکی سابقہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان گزرے ہوئے
وسلم کان یلاحظ ارتباط	اوقات کا لحاظ فرماتے جن میں امور دینیہ
الزمان بالحوادث الدینیۃ	کا وقوع ہوتا اور جب وہ وقت لوٹ کر
العظمی التی مضت و	دوبارہ آتا تو اس میں خوشی کا اظہار کرتے
انقضت فاذا جاء الزمان	ہوئے اس امر دینی کے پیشِ نظر اس دن
الذی وقعت فیہ کان	کی تعظیم کرتے کیونکہ وہ دن اس امرِ دینی
فرصۃ لتذکرھا و تعظیم	کے لیے ظرف بنا تھا اور یہ ضابطہ خود

یومہا لاجلہا ولانہ ظرف بہا و قد اصل صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ القاعدہ بنفسہ کما صح فی الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وصل الی المدینۃ ورائ الیہود یصومون یوم عاشوراء۔	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمل و قول کے ذریعہ عنایت فرمایا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(مقدمہ المورد الردی : ۱۰)

پھر اسلام میں جتنے دن منائے جاتے ہیں وہ بطور یادگار رکھے ہی ہیں۔ مثلاً نزولِ قرآن کا جشن منایا جاتا ہے تو قرآن ہر دفعہ نازل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جمعہ سیدنا آدم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ عاشوراء کا روزہ، شب قدر، شب برات — جب ہر دن اپنے دامن میں رحمتیں لے کر لوٹتا ہے تو سیدِ اولین و آخرین کا یوم ولادت کتنا بابرکت ہوگا؟

روایتِ حضرتِ عباس سے محفل میلاد پر استدلال

حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ — ابولھب مرگیا۔ ایک سال کے بعد میں نے خواب میں، بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا:

مالقیت بعدکم راحۃ الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم اثنین۔	تمہاری جدائی کے بعد آرام نہیں پایا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن جب سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

یہ عذاب میں تخفیف کس عمل کی بنیاد پر تھی یہ بھی حضرت عباس ہی کی زبانی ملاحظہ

ہو تخفیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم اثنین وکانت ثوبیۃ بشرت ابالھب بمولدہ فاعتقھا۔

(فتح الباری شرح البخاری ۹: ۱۴۵)

نبی اکرمؐ سوموار کے دن دنیا میں تشریف لائے اس نے اس خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کردیا کیونکہ اس نے آپ کی ولادت کی اطلاع دی تھی۔ لہٰذا جب سوموار کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی میں عذاب میں تخفیف فرمادیتا ہے۔

اس واقعہ سے علماء امت نے اس پہ استدلال کیا ہے کہ حضورؐ کی ولادت کی خوشی اگر کافر بھی کرے تو اسے بھی اجر ملتا ہے اور اسے محروم نہیں رکھا جاتا اور اگر کوئی مسلمان کرے تو اسے کیونکر محروم کیا جائے گا۔ اس پر آپ اپنے بزرگوں کے یہ حوالہ جات پڑھ لیجئے۔

۱۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے صاحبزادے مذکورہ واقعہ کے بعد امام ابن جوزیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی بفرحۃ لیلۃ مولد النبیؐ بہ فما حال المسلم الموحد من اللہ یبشر ھو لدہ؟

(مختصر سیرۃ الرسول ۱۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور)

جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اس کو حضورؐ کی ولادت کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مسلمان امتی کا کیا درجہ ہوگا جو آپؐ کے میلاد کی خوشی منائے۔

۲۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"جب ابولہب جیسے کافر کے لیے میلاد النبی کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔"

(احسن الفتاویٰ ، ۱ : ۳۴۷)

روایت حضرت عباس

پر

چار اعتراضات

۱۔ یہ روایت مرسل ہے

۲۔ خواب کا معاملہ ہے

۳۔ یہ قرآنی نصوص کے خلاف ہے

۴۔ بوقتِ ولادت حضرت ثویبہ کو

آزاد نہیں کیا گیا

محفل میلاد کے جواز پر اس مذکورہ روایت سے استدلال کرنے پر مخالفین کی طرف سے چار اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں:

۱۔ یہ روایت مرسل ہے جو کہ مقبول نہیں۔

۲۔ خواب کا معاملہ ہے لہٰذا حجت نہیں۔

۳۔ یہ قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔

۴۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو ابولہب نے ولادت کے وقت آزاد ہی نہیں کیا۔ بلکہ ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا۔

شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے یہ اعتراضات ان الفاظ میں وارد کیے ہیں:

واما خبر عروة فی شان ابی لهب مع جاریته ثویبة یمنع من قبول استدلال به علی الاحتفال بالمولد النبوی امور اولها انه مرسل۔ الثانی ان ذلك الخبر لو کان موصولاً لا حجة فیه لانه رؤیا منام۔ والثالث ان ما فی مرسل عروة هذا من ان اعتاق ابی لهب ثویبة کان قبل ارضاعها النبی صلی الله علیه وسلم یخالف ما عند اهل السیر	عروہ سے ابولہب اور اس کی لونڈی ثویبہ کے بارے میں جو روایت ہے اس سے محفل میلاد پر استدلال کو یہ امور مانع ہیں ایک یہ کہ وہ مرسل ہے دوسرا یہ کہ یہ متصل بھی ہو تب بھی حجت نہیں کیونکہ خواب ہے تیسرا یہ کہ اس روایت میں جو مذکور ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو حضورؐ کے دودھ پلانے سے پہلے آزاد کر دیا تھا یہ اہل سیر کی اس بات کے خلاف ہے کہ ابولہب نے اسے دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا چوتھا یہ کہ یہ مرسل عروہ جس سے ناصر الدین دمشقی اور ابن الجزری نے محفل میلاد

من ان اعتاق ابی لهب	پر استدلال کیا ہے۔ ظاہر قرآن
کان بعد ذلک الا رضاع	کے مخالف ہے۔
بدھر طویل الرابع ان مرسل	
عروہ الذی خرج علیہ ابن	
ناصر الدین دمشقی و ابن	
الجوزی عمل المولد النبوی	

مخالف لظاہر القرآن۔ (القول المفصل ۸۲ تا ۸۷)

جواب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ محفل میلاد کے لیے یہ روایت ہمارے نزدیک بنیاد و حجت نہیں۔ اس پر کتاب وسنت سے دلائل اوپر بیان ہو چکے۔ یہ روایت تو بطور تائید لائی جاتی ہے۔

ان اعتراضات پر ترتیب وار گفتگو

آئیے اب ہم ان اعتراضات پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ——— اس کے جواب میں ہم ائمہ کی آراء نقل کر دیتے ہیں جس سے از خود فیصلہ ہو جائے گا کہ مرسل روایت مقبول ہے یا نہیں۔

یاد رہے ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین چاروں اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث مرسل مقبول ہے۔ تین کے ہاں بغیر کسی شرط کے اور امام شافعی کے ہاں اس کی مقبولیت کے شرائط ہیں۔

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی، ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اجمع التابعون باسرھم	تمام تابعین مرسل کے مقبول ہونے پر
علی قبول المرسل ولم یات عنھم	متفق ہیں ان میں سے کسی کا انکار منقول

انکارہ ولا عن احد من الائمۃ بعدھم الی رأس المائتین۔ (تدریب الراوی ۱: ۱۹۸)

نہیں اس کے بعد دو سو سال تک بھی کسی امام نے انکار نہیں کیا۔

شارح مسلم امام نووی مرسل کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ومذھب مالکؒ وابی حنیفہ واحمد واکثر الفقھاء انہ یحتج بہ ومذھب الشافعی انہ اذا انضم الی المرسل ما یعضدہ احتج بہ۔ (مقدمہ مسلم)

امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء کے نزدیک مرسل قابل استدلال ہے۔ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جب مرسل کی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے ہو جائے تو وہ قابل استدلال ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی الملہ کا موقف ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

نزد امام ابوحنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما مقبول است مطلقاً وایشاں گویند کہ ارسال بجہت کمال وثوق واعتماد است زیرا کہ کلام در ثقہ است واگر نزد وے صحیح نبود ارسال نمی نمود قال رسول اللہ نمی گفت ونزد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اگر حدیث مرسل اعتضاد یابد بوجھے دیگر مقبول است واز امام احمد دو قولست بقولے مقبول

امام ابوحنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مرسل ہر حال میں مقبول ہے دلیل یہ ہے کہ ارسال کمال وثوق و اعتماد کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ گفتگو ثقہ میں ہو رہی ہے اور اگر وہ روایت اس ثقہ کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو وہ اسے روایت کرتے ہوئے یہ نہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے امام شافعی کے نزدیک اگر کسی اور ذریعہ

ولقول توقف۔	سے مرسل کی تائید ہو جائے تو مقبول ہو
(مقدمہ اشعۃ اللمعات)	ہو گی اور امام احمد کے دو اقوال ہیں
	ایک کے مطابق مقبول اور دوسرے کے مطابق
	توقف۔

شیخ جمال الدین قاسمی نے مرسل کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ان میں سے دوسرا قول یہ ہے:

المرسل حجة مطلقاً فقد	مرسل ہر حال میں حجت ہے۔ یہ امام مالک
نقل عن مالک و ابی حنیفه	امام ابوحنیفہ اور بمطابق روایت نووی
و احمد فی روایة حکاها	امام احمد، ابن قیم اور ابن کثیر کا قول
النووی و ابن قیم و ابن کثیر	ہے۔
وغیرهم۔	

(قواعد التحدیث ۱۳۴)

ڈاکٹر محمود الطحان استاذ کلیۃ الشریعۃ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے تین اقوال ذکر کیے۔ ان میں سے دوسرا اور تیسرا ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

(ب) صحیح تحتج به عند الائمة	دوسرا قول یہ ہے کہ مرسل صحیح اور قابل
الثلاثة ابوحنیفه ومالک	استدلال ہوتی ہے۔ یہ تین ائمہ ابوحنیفہ،
واحمد فی المشهور عنه	مالک اور مشہور قول کے مطابق احمد کا
بشرط ان یکون المرسل ثقة	قول ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ
ولا یرسل الا عن ثقة وحجتهم	ہو اور ثقہ سے ارسال کرتا ہو۔ دلیل یہ
ان التابعی الثقة لا یستحل	ہے کہ ثقہ تابعی کسی ثقہ سے سنے
ان یقول قال رسول الله ﷺ	بغیر کیسے کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ

صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا سمعه من ثقة۔ — فرمایا۔

۳۔ قبوله لبشروط ای یصح لبشروط وهذا عند الشافعی وبعض اهل علم۔ — تیسرا قول یہ ہے کہ مرسل شرائط کے ساتھ مقبول ہوگی۔ یہ امام شافعی اور بعض دوسرے اہل علم کی رائے ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، ۷۲)

اس عبارت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ امام احمد بن حنبل کے مرسل کے بارے میں دو اقوال ضرور ہیں۔ مگر مشہور یہی ہے کہ یہ مقبول ہے:

اس کی تائید امام جلال الدین سیوطی کے یہ الفاظ بھی کرتے ہیں:

(وقال مالک) فی المشهور عنه (وابوحنیفة فی طائفة منهم احمد فی المشهور عنه صحیح)۔ — امام مالک کا مشہور قول، ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہی ہے کہ کہ مرسل روایت صحیح ہوتی ہے

(تدریب الراوی، ۱: ۱۹۸)

رہا اس قول کا معاملہ کہ محدثین اسے قبول نہیں کرتے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان ائمہ اربعہ سے بڑھ کر کون محدث ہے۔ یہ لوگ محدث بھی ہیں اور مجتہد و فقیہ بھی جن کی رائے بہر طور محدثین پر غالب و فائق ہے۔

باقی محدثین کے بارے میں بھی یہ کہنا کہ وہ مرسل کو کسی حال میں قبول نہیں کرتے محل نظر ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد جو کہ عظیم محدث ہیں فرماتے ہیں

اما المراسیل فقد کان اکثر العلماء یحتجون بها فیما مضی مثل سفیان الثوری — مراسیل سے اکثر اسلاف مثلاً سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی جیسے لوگ استدلال کرتے تھے مگر جب امام شافعی

ومالك والاوزاعی حتی جاء	تشریف لائے تو انہوں نے مرسل
الشافعی رحمہ اللہ فتکلم	کے بارے میں اختلاف کیا اور امام
فی ذلک وتابعہ علیہ	احمد وغیرہ نے ان کی اتباع کی۔
احمد وغیرہ۔	(رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ ص۲۴)

اور صحیح بات یہ ہے کہ محدثین کی رائے بھی وہی ہے جو امام شافعی کی ہے۔

مرسل کے بارے میں معتدل رائے

ہم نے یہ تمام اقوال مرسل کا مقام واضح کرنے کے لیے ذکر کر دیئے ہیں۔ اگرچہ ہماری رائے ان علماء محققین کے ساتھ ہے جنہوں نے اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر ارسال کرنے والے کے بارے میں معلوم ومعروف ہو کہ وہ ثقہ مشہور سے ہی ارسال کرتا ہے تو پھر اس کی روایت مقبول ہو گی ورنہ نہیں۔ اس موضوع پر مستقل کام کرنیوالے حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی علائی المتوفی ۷۶۱ رقمطراز ہیں کہ روایت مرسل کے بارے میں دس اقوال ہیں۔ ان میں سے مختار قول کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

سابعھا ان کان المرسل	ساتواں قول یہ ہے کہ ارسال کرنے
عرف من عادتہ انہ لایرسل	کی اگر عادت معلوم ہو کہ وہ ثقہ سے
الاعن ثقۃ مشھور قبل والا	ہی ارسال کرتا ہے تو اس کی روایت مقبول
لا وھو المختار۔	ہو گی ورنہ نہیں اور یہی قول مختار ہے۔

(جامع التحصیل، ۴۸)

یہی وجہ ہے کہ مرسل کے خلاف رائے رکھنے والے امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ

حضرت سعید بن مسیب کی روایت مرسلہ میرے نزدیک مقبول ہے کیونکہ وہ ثقہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔ شیخ قفال مروزی امام شافعی کے حوالے سے فرماتے ہیں

ارسال ابن المسیب عندنا حجۃ۔	ابن مسیب کا ارسال ہمارے نزدیک حجت ہے۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ۴۶)

۲۔ روایت مذکورہ پہ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ خواب کا معاملہ ہے اور خواب حجت نہیں۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے غیر نبی کا خواب واقعتاً حجت شرعی نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم اس روایت کو بطور حجت ذکر کرتے ہیں بلکہ ہم تو بطور تائید اسے لاتے ہیں لیکن یہ کہاں لازم آجاتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔

قرآن نے فی الجملہ غیر مسلم کے خواب کا سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا بیان کیا ہے۔ سورۂ یوسف میں ہے کہ قید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی تھے انہیں خواب آیا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا آپ نے ان کو تعبیر سے آگاہ فرمایا جو واقعتاً سچی ثابت ہوئیں۔ آپ نے ان کے خواب سننے کے بعد انہیں توحید و ایمان کی طرف دعوت دی جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں حالتِ کفر پہ تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت عباس کو خواب آیا جس میں ابولہب نے کہا کہ ثویبہ کی آزادی کی برکت سے سوموار کو میرے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ حضرت عباس نے بیداری کی حالت میں فرمایا:

وذلک ان النبی صلی اللہ	کہ یہ عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہے
علیہ وسلم ولد یوم الاثنین	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو
وکانت ثویبۃ بشرت	پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو

ابا لھب بمولدہ فاعتقھا　　ولادت کی خبر دی تو اس نے اسے

(فتح الباری ۹ : ۱۱۸)　　آزاد کر دیا۔

تو یہ صرف خواب نہیں بلکہ صحابی رسول ترجمان القرآن کا ایک قول ہے جو غیر قیاسی و اجتہادی ہونے کی وجہ سے مرفوع کا درجہ رکھتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ اگر معاذ اللہ یہ غلط قسم کا خواب تھا تو حضرت عباس اسے بیان ہی نہ کرتے اور اگر انہوں نے بیان کر ہی دیا تھا تو دیگر صحابہ و تابعین اس کی تردید کرتے حالانکہ ایسی کوئی بات کتب احادیث میں نہیں بلکہ سبھی نے اسے نقل کر کے اس سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات اس لیے قابلِ اعتبار نہیں کہ اس وقت وہ حالتِ کفر میں تھے۔ اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ اولاً وہ اسلام لا چکے تھے کیونکہ خواب کا واقعہ بدر کے تقریبًا دو سال بعد کا ہے۔ اس لیے کہ ابولھب بدر کے ایک سال بعد مرا۔ پھر ایک سال بعد خواب میں حضرت عباس سے اس کی ملاقات ہوئی۔ حالانکہ جب حضرت عباس بدر میں شرکت کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ فرما دیا تھا :

من لقی العباس بن　　جو عباس بن عبد المطلب کو پائے وہ

عبد المطلب فلا یقتلہ　　اسے قتل نہ کرے کیونکہ　　وہ مجبورًا

فانہ اخرج کرھًا۔　　شریک ہوئے ہیں۔

(الکامل فی التاریخ ، ۲ : ۱۲۸)

اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب جنگ بدر کے قیدیوں سے رہائی پانے کے لیے فدیہ طلب کیا گیا تو حضرت عباس نے کہا میرے پاس تو مال نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! اے چچا اس مال کے بارے میں بتاؤ جو ام فضل کو دے کر

آئے ہو۔ اس پر حضرت عباس نے عرض کیا۔

والذی بعثك بالحق ما علم به احد غیری و غیرها و انی لاعلم انك رسول الله (الکامل، ۲ : ۱۲۳)	مجھے قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میرے اور میری بیوی کے سوا اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا اور میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ثانیاً اگر ان کو حالتِ کفر پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی یہ روایت قابلِ قبول ہے۔ کیونکہ وقتِ تحمل اسلام شرط نہیں بلکہ وقت ادا شرط ہے اور جب تابعین نے آپ سے یہ بات سنی تو اس وقت یقیناً آپ مسلمان تھے۔ محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے حالتِ کفر میں حضور علیہ السلام سے بات سنی پھر اس نے اسے حالتِ اسلام میں بیان کیا خواہ حضور علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہو تب بھی وہ مقبول ہے۔ ہاں اگر اس نے ظاہری حیات میں اسلام قبول کر لیا تو صحابی بھی قرار پائے گا ورنہ وہ تابعی ہوگا۔

شیخ احمد محمد شاکر، شرح الفیہ میں لکھتے ہیں۔

و اما من سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً قبل اسلامہ ثم اسلم بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالتنوخی رسول ھرقل فانہ و ان کان تابعیاً الا ان حدیثہ موصول لیس بمرسل لان العبرۃ فی کل ھذا بالروایۃ	وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام لانے سے قبل کوئی بات سنی اور پھر آپ کے وصال کے بعد وہ اسلام لایا۔ مثلاً تنوخی ہرقل کا قاصد تو اب وہ اگرچہ تابعی ہے مگر حدیث اس کی متصل ہوگی۔ کیونکہ اعتبار روایت کا ہے یعنی اس نے وہ روایت حضور علیہ السلام سے کی ہے۔ اگرچہ وہ بوقت تحمل مسلمان نہ تھا۔

اعنی ان ھذا روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یدرک الروایۃ وان کان غیر عدل حین التحمل ولکنہ صار عدلاً حین الاداء۔	لیکن بوقت ادا تو مسلمان تھا۔

(شرح الفیہ للسیوطی، ۲۶)

۳۔ یہ روایت درج ذیل قرآنی آیات کے منافی ہے:

- سورۃ البقرہ میں حالت کفر پر فوت ہونے والوں کے بارے میں ہے:

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۔	ان کے عذاب میں نہ تخفیف کیجائے گی اور نہ ہی ان پر نظرِ عنایت ہوگی۔

- دوسرے مقام پر اعمالِ کفار کے بارے میں فرمایا:

وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا	اور ہم متوجہ ہونگے ان کے اعمال کیطرف اور انہیں گرد وغبار بنا کر اڑا دیں گے۔

جب قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ کفار کے اعمال ضائع ہیں ان پر کوئی اجر نہیں اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو روایتِ مذکورہ کس طرح قابلِ قبول ہوگی کیونکہ اس میں کافر کے لیے دونوں چیزوں کا ثبوت ہے۔ اس کے عمل پر اجر ہے اور اس کے عذاب میں تخفیف بھی ہو رہی ہے۔

۱۔ قارئین یہاں پہلی بات یہ واضح رہنی چاہیئے کہ محفل میلاد کے تمام مخالفین ابوطالب کے بارے میں مانتے ہیں کہ انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی تو ان کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی حالانکہ وہ بھی حالت کفر پر ہی فوت ہوئے تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ھل نفعت ابا طالب بشیء فانہ کان	یا رسول اللہ کیا آپ کی خدمت کے صلہ میں ابوطالب کو کچھ نفع ہوا کیونکہ

بحوطلہ ویغضب لکؑ	انہوں نے آپ کی خاطر اپنی ذات پر ظلم سہے۔

تو آپ نے فرمایا:

نعم ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل	ہاں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔ چونکہ انہوں نے میری خدمت کی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں اب ان کے عذاب میں اتنی تخفیف کر دی ہے کہ ان کے فقط پاؤں کو تکلیف پہنچتی ہے۔
(المسلم، ۱: ۱۱۵)	

تو جس طرح ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہو جانا ان آیاتِ قرآنی کے منافی نہیں اسی طرح اگر ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو وہ اِن آیات کے کیسے منافی ہے۔ دونوں کفر پر فوت ہونے پر یکساں ہیں۔

۲۔ جب اکابر مفسرین اور محدثین نے واضح کر دیا ہے کہ اس روایت اور قرآنی آیات میں کوئی ٹکراؤ ہی نہیں ان کے درمیان تطبیق ہے اور عملاً وہ تطبیق بیان بھی کر دی تو اب اس کے بعد اعتراض کی کیا گنجائش؟

آئیے ہم مسلمہ محدثین و محققین کی آراء و عبارات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں انہوں نے ان تمام اعتراضات کا قلع قمع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ جو عمل آپ کے حوالے سے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے کافر پر بھی فضل فرماتا ہے۔

۱۔ ہم ابتداءً حافظ ابن حجر کی تحریر پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں انصاری صاحب

کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا قول یہ ہے کہ یہ روایت قرآن کے خلاف ہے۔ موصوف نے ابن حجر کی ابتدائی گفتگو تو نقل کی ہے مگر آگے ان کا تطبیق دینا اور یہ فیصلہ صادر کرنا کہ یہ کافر کی بات نہیں بلکہ یہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام و اکرام کا معاملہ ہے، نقل نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے یہ تو انصاری صاحب ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم اللہ کی توفیق سے حافظ ابن حجر کی مکمل عبارت مع ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

وفی الحدیث دلالۃ علی ان الکافر قد ینفعہ العمل الصالح فی الآخرۃ لکنہ مخالف لظاھر القرآن قال اللہ تعالیٰ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا واجیب اولاً بان الخبر مرسل ارسلہ عروۃ ولم یذکر من حدثہ بہ وعلی تقدیر ان یکون موصولا فالذی فی الخبر رؤیا منام فلا حجۃ فیہ ولعل الذی رآھا لم یکن اذ ذاک اسلم بعد فلا یحتج بہ وثانیاً علی تقدیر القبول فیحتمل ان یکون ما یتعلق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم مخصوصاً من ذلک بدلیل قصۃ ابیطالب کما تقدم	اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ بعض اوقات آخرت میں کافر کا عمل صالح بھی اسے مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات ظاہر قرآن کے مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وقدمنا الی ما عملوا من عمل" اولاً اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ خبر مرسل ہے کیونکہ عروہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کس نے ان سے بیان کیا اگر اسے متصل تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ خواب کا معاملہ ہے شاید خواب دیکھنے والا اس کے بعد مسلمان ہوا لہٰذا یہ حجت نہیں۔ ثانیاً اگر اسے ہم قبول بھی کر لیں تو اس میں احتمال یہ ہے کہ (یہ ہر کافر کا معاملہ نہیں) بلکہ صرف رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، ابو طالب کے قصہ

انه خفف عنه فنقل من
الغمرات الى الضحضاح وقال
البيهقي ما ورد من بطلان
الخير للكفار فمعناه انهم لا يكون
لهم التخلص من النار ولا دخول
الجنة ويجوز أن يخفف
عنهم من العذاب الذي يستوجبونه
على ما ارتكبوه من الجرائم سوى
الكفر بما عملوه من الخيرات
واما عياض فقال انعقد الا
جماع على الكفار لا تنفعهم
اعمالهم ولا يثابون عليها
بنعيم ولا تخفيف عذاب و
ان كان بعضهم اشد عذابا
من بعض (قلت) وهذا لا
يرد الاحتمال الذي ذكره
البيهقي فان جميع ما ورد
من ذلك فيما يتعلق بذنب
الكفر واما ذنب غير الكفر
فما المانع من تخفيفه وقال
القرطبي هذا التخفيف خاص

ابوطالب دال ہے جو پہلے گذرا کہ ان
پر حضورؐ کی خدمت کی وجہ سے تخفیف
ہوئی تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ سے
منتقل ہو کر سب سے اوپر آ گئے۔
امام بیہقی نے فرمایا کہ کافر کے بارے
جو وارد ہے کہ اس کا عملِ خیر باطل ہے۔
اس کا معنی یہ ہے کہ کافر دوزخ سے
نجات پا کر جنت میں داخل نہ ہوگا۔
البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے اچھے اعمال
کی وجہ سے کفر کے علاوہ باقی جرائم کے
عذاب میں تخفیف پالے۔ قاضی عیاض
کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ کافر
کے اعمال اسے نفع نہ دیں گے اور انہیں
نعمتیں حاصل نہیں ہونگیں اور نہ عذاب میں
تخفیف اگرچہ ان کے عذاب میں تفاوت
ہے میں (ابن حجر) کہتا ہوں یہ بات
اس احتمال کو رد نہیں کر سکتی جس کا ذکر
امام بیہقی نے کیا ہے کہ جو کچھ وارد ہے
وہ کفر کے ساتھ متعلق ہے۔ کفر کے
علاوہ گناہوں کے عذاب میں تخفیف
سے کون مانع ہے؟ اور امام قرطبی نے

بهذا ومن ورد النص فيه
وقال ابن المنير في الحاشية
هنا قضيتان احداهما محال
وهي اعتبار طاعة الكافر
مع كفره لان شرط الطاعة
ان تقع بقصد صحيح وهذا
مفقود من الكافر الثانية
اثابة الكافر على بعض الاعمال
تفضلا من الله تعالىٰ وهذا
لا يحيله العقل فاذا تقرر
ذلك لم يكن عتق ابي لهب
لثويبة قربة معتبرة و
يجوز ان يتفضل الله عليه
بما شاء كما تفضل على ابي طالب
والمتبع في ذلك التوقيف نفيا
و اثباتا (قلت) و تتمة هذا
أن يقع التفضل المذكور اكراما
لمن وقع من الكافر البر له و
نحو ذلك والله أعلم۔

(فتح الباری، ۹ : ۱۱۹)

فرمایا کہ عذاب میں تخفیف ابولہب کے
ساتھ اور ہر اس شخص کے ساتھ مخصوص
ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے (یعنی
ہر کافر کے لیے نہیں) وہاں ابن منیر
نے حاشیہ میں لکھا کہ یہاں دو معاملات
ہیں ان میں سے ایک محال ہے اور
وہ یہ ہے کہ طاعتِ کافر کا اعتبار اس
کے کفر کے ساتھ کیا جائے کیونکہ طاعت
کے لیے یہ شرط ہے کہ اس میں قصدِ
صحیح ہو حالانکہ یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔
دوسرا یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی
عمل پر محض بطور فضلِ الٰہی فائدہ حاصل
ہوا سے عقل محال نہیں سمجھتا جب یہ
ضابطے واضح ہو گئے تو جاننا چاہیے
کہ اگرچہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا اس
کے کفر کی وجہ سے مقبول طاعت نہیں
مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس
پر تخفیف فرمائی ہو جیسے کہ اس نے ابوطالب
کے معاملے میں فضل فرمایا: ہم عذاب
ماننے یا نہ ماننے دونوں میں شریعت
کے تابع ہیں (ہماری عقل یہاں نہیں

چل سکتی) میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فضل مذکور (ابولہب پر عذاب میں تخفیف) اس ذات اقدس کے اکرام میں کی ہے جس کی خاطر کافر سے نیکی صادر ہوئی تھی (یعنی اس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام ہے نہ کہ کافر کا)

۲۔ امام بدرالدین عینی نے بھی یہی گفتگو کی ہے البتہ اس میں اضافہ ہے :

وفی ھذا الحدیث من الفقه ان الکافر قد یعطی عوضا من اعماله التی یکون منها قربة لاھل الایمان باللہ کما فی حق ابیطالب غیر ان التخفیف عن ابی لھب اقل من التخفیف عن ابیطالب وذلك لنصرة ابیطالب لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وحیاطته له و عداوة ابی لھب له۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہو رہا ہے کہ بعض اوقات کافر کو بھی اس کے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے جو اہل ایمان کے لیے قربت کا درجہ رکھتے ہیں جیسے کہ ابوطالب کے حق میں ـــ فرق صرف یہ ہے کہ ابولہب پر ابوطالب سے تخفیف کم ہے اور وہ اس لیے کہ ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و حفاظت کی اور ابولہب نے عداوت کی تھی۔

(عمدۃ القاری ۲۰: ۹۵)

۳۔ ہم یہاں محدثین کا مذکورہ روایت سے محفلِ میلاد پر استدلال کرنا بھی ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان کے ہاں یہ روایت قرآنی آیات کے ہرگز

منافی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اسے مسترد کر دیتے۔

شیخ القراء حافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی تصنیف "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں لکھتے ہیں:

فاذا کان ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار لفرحه لیلة المولد النبی صلی الله علیه وسلم فما حال المسلم الموحد من امة محمد صلی الله علیه وسلم فیبشره بمولده و بذل ما یصل الیه قدرته فی محبته لعمری انما یکون جزاءه من الله الکریم ان یدخله بفضله جنات النعیم۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ۲۳۸)

جب وہ دشمنِ خدا جس کی مذمت میں قرآن کی سورت نازل ہوئی حضور علیہ السلام کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے تو وہ مسلمان جو آپ سے محبت رکھنے والا ہے میلاد کی خوشی کرے تو وہ کیا مقام پائے گا۔؟ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں جنت عطا فرمائے گا۔

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی "مورد الصادی فی مولد الهادی" میں تحریر کرتے ہیں:

قد صح ان ابالهب یخفف عنه عذاب النار فی مثل یوم الاثنین باعتاقه ثویبة مسرورا بمیلاد النبی

یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ میلاد کی خوشی میں ثویبہ کے آزاد کرنے پر ابولہب کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے کمی کر دی اور اس کے بعد انہوں نے

صلی اللہ علیہ وسلم ثم انشد یہ اشعار کہے:

اذا کان ھذا کافر جاء ذمہ | وتبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائما | یخفف عنہ للسرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ | باحمد مسرورًا ومات موحدا

"جب ابولھب جیسا کافر ومشرک جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا کے لیے حضور علیہ السلام کے میلاد پر خوشی کرنے کی بنا پر ہر سوموار کو عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو کتنا خوش قسمت ہوگا وہ مسلمان جس کی تمام زندگی آپ کی آمد کی خوشیوں میں بسر ہو جائے۔"

(حجۃ اللہ علی العالمین، ۲۳۸)

حافظ ابن قیم بھی تخفیف عذاب کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبشرت بہ ثویبۃ ابالھب وکان مولاھا وقالت قد ولد اللیلۃ لعبد اللہ ابن فاعتقھا ابولھب مسرورًا بہ فلم یضع اللہ ذلک لہ وسقاہ بعد موتہ فی النقرۃ التی فی اصل ابھامہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ثویبہ نے اپنے مالک ابولھب کو خوشخبری دی اور کہا کہ آج رات عبداللہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ ابولھب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اُسے آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل ضائع نہیں فرمایا اور موت کے بعد اس کے اس انگوٹھے سے اسے پانی دیا جاتا۔

(تحفۃ المودود باحکام المولود ۱۹)

مولانا عبدالحئی لکھنوی رقمطراز ہیں:

"جب ابولہب ایسے کافر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی مقدرت کے موافق آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔"

(فتاویٰ عبدالحئی ۲: ۲۸۲)

۴۔ اس روایت پر چوتھا اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ولادت کے بعد ہی ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا غلط ہے بلکہ اس نے اسے ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا جیسا کہ اہل سیر نے بیان کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ثویبہ کی آزادی کے بارے میں اہل سیر کی تین آراء ہیں۔ جس طرح کچھ اہل سیر نے یہ بیان کیا ہے کہ ابولہب نے انہیں ہجرت کے بعد آزاد کیا اسی طرح بعض نے یہ بھی لکھا کہ انہیں ولادت کے وقت سے بہت پہلے آزاد کر دیا تھا لیکن صحیح اور اکثریت کی رائے یہ ہے کہ انہیں ولادت کے وقت آزاد کیا گیا۔ لیجئے اس پر تین اہل سیر کی رائے ملاحظہ کیجئے!

۱۔ حافظ ابن کثیر حضرت ثویبہ کی آزادی اور اس پر ابولہب کو اجر ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: کہ جب ثویبہ نے ولادت کی خبر دی

اعتقها من ساعته فجوزی بذلك لذلك۔	تو ابولہب نے اسے اسی وقت آزاد کر دیا جس کی وجہ سے اسے جزا دی گئی۔

(البدایہ ۲: ۲۷۳)

۲۔ حافظ ابن قیم کی عبارت پہلے آپ نے پڑھی ہے۔ ان کے ان الفاظ پر دوبارہ نظر ڈال لیجئے۔

ولما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشرت به ثویبة	جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ثویبہ نے اپنے

ابا لهب وكان مولاها وقالت	مولیٰ ابولہب کو ولادت کی بشارت دی اور
قد ولد الليلة لعبد الله	کہا کہ آج رات تیرے بھائی عبداللہ کے
ابن فاعتقها ابو لهب	ہاں بیٹا ہوا ہے تو ابولہب نے خوشی میں
مسرورا به ۔	اسے آزاد کر دیا۔

(تحفۃ المودود : ۱۹)

۳ - شیخ نواب صدیق حسن قنوجی کے الفاظ بھی سنیے :

"حضرت کو آٹھ بیبیوں نے دودھ پلایا۔ آپ کی ماں نے تین یا آٹھ یا سات دن۔ پھر ثویبہ اسلمیہ جاریہ ابولہب نے جسے ابولہب نے وقتِ بشارت ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کر دیا تھا۔"

(الشمامۃ العنبریہ ، ۱۳)

دوسری بات یہ ہے کہ جو تحقیق و احتیاط محدثین روایت میں کرتے ہیں وہ اہلِ سیر کے ہاں نہیں تو جب بخاری اور دیگر کتب احادیث کے مطابق اس کی آزادی ولادت کے وقت ثابت ہے تو اسی کی ترجیح حاصل ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ محققین نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ ثویبہ کا ولادت کے وقت ہی آزاد ہونا صحیح ہے۔ اس کے علاوہ دونوں اقوال ضعیف ہیں۔

صاحب سیرتِ شامیہ شیخ محمد بن یوسف صالحی شامی صاحب الغرر کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔

اختلفوا متى اعتقها فقيل	ثویبہ کی آزادی کے بارے میں اختلاف
اعتقها حين لبشرته بولادة	ہے ایک رائے یہ ہے کہ ولادتِ نبوی
رسول الله صلى الله عليه وسلم	کی بشارت کے وقت اسے آزادی ملی
وهو الصحيح وقيل ان	تھی یہی رائے صحیح ہے اور ایک رائے

خديجة سالت ابالهب في ان تبتاعها منه لتعتقها فلم يفعل فلما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة اعتقها ابولهب وهو ضعيف۔

(سبل الهدى والرشاد، ۱: ۴۵۸)

یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابولہب سے کہا تھا کہ مجھے یہ بیچ دو تاکہ اسے آزاد کر دوں تو اس نے انکار کر دیا جب رسول اللہ مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو پھر ابولہب نے اسے آزاد کر دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح المواہب میں تین اقوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(اعتقها) ابولهب (حين بشرته بولادته عليه السلام) على الصحيح فقالت له اشعرت ان امنة قد ولدت غلاما لاخيك عبد الله فقال لها اذهبي فانت حرة كما في الروض وقيل انما اعتقها بعد الهجرة قال الشامي وهو ضعيف ــــ وقد روى انه اعتقها قبل ولادته بدهر طويل۔

(الزرقانی علی المواہب، ۱: ۱۳۸)

صحیح یہ ہے کہ جب ثوبیہ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی اطلاع دی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا ثوبیہ کے کلمات یہ تھے اے ابولہب کیا تجھے علم نہیں کہ آمنہ کے ہاں تیرے بھائی عبداللہ کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے کہا جا تو آزاد ہے جیسا کہ روض میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابولہب نے اسے ہجرت کے بعد آزاد کیا۔ امام شامی نے فرمایا یہ قول ضعیف ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ اسے ابولہب نے ولادت سے کافی عرصہ پہلے آزاد کر دیا تھا۔

صحابہ کرام ہمیشہ اس عظیم نعمت کا بیان کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے۔

حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ انور سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

ما اجلسکم؟	آج کیسے بیٹھے ہو؟

انہوں نے عرض کیا

جَلَسْنَا نذکر اللہ و نحمدہٗ علی ھدانا للدینہ و مَنّ علینا بکَ۔	ہم بیٹھ کر اس ربّ کریم کی حمد و ذکر کر رہے ہیں جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے دینِ اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنا پیارا حبیب ہمیں عطا فرمایا۔

(المعجم الکبیر ۱۹، ۳۱۱)

آپ نے ان کے کلمات کو سن کر ارشاد فرمایا:

ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملٰئکۃ۔	تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیاء کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے، دوسرے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے۔ تیسرے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہا کہ وہ کلمۃ اللہ تھے۔ ایک نے حضرت آدمؑ کو صفی اللہ کہا۔ اتنے میں حضور سرورِ دوعالم تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا اور یہ تمام حق ہے۔ اور میرے بارے میں سن لو۔

الا و انا حبیب اللہ و لا فخر۔	میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین)

غور کیا آپ نے یہ محافل میلاد نہیں تو اور کیا ہیں ؟ اگر ایسی محافل جائز نہ ہوتیں تو آپ منع فرما دیتے۔ بلکہ آپؐ نے تو ان محافل کی فضیلت بیان فرمائی کہ ان پر اللہ تعالیٰ فخر فرما رہا ہے۔ اور خود بھی اس میں شرکت فرما کر ان کا مقام واضح فرمایا۔

توجب قرآن وسنّت میں آپؐ کی آمد پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے تو اب شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ماحول اور علاقے کے خوشی کے طریقوں کے مطابق خوشی کا اظہار جائز ہوگا مثلاً جلوس نکالنا، چراغاں کرنا وغیرہ اور ان افعال پر احادیث میں استدلال موجود ہے کیا آپؐ کی ولادت کے موقع پر آسمان کے ستارے آپؐ کے مکان کے قریب نہیں آ گئے تھے ؟

حضرت ابوالعاص کی والدہؓ بیان کرتی ہیں :

لما حضرت ولادۃ رسول اللہ رأیت البیت حین وقع قد امتلاء نورًا و رأیت النجوم تدنو حتی ظننت انہا ستقع علی۔	آپ کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی آپ کا گھر نور سے معمور ہو گیا۔ ستارے گھر کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مجھ پر گر جائیں گے۔

(رواہ البیہقی والطبرانی)

کیا ولادت کے موقعہ پر فرشتوں نے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے نہیں گاڑے تھے ! کیا جلوس کی صورت میں حضرت آمنہ کی خدمت میں فرشتے، انبیاء اور حورانِ بہشت مبارکباد دینے نہیں آئے تھے ؟ اگر ان چیزوں کو پڑھنا دشوار ہو تو کم از کم کتب سیرت میں وہ منظر ہی پڑھ لیں جو مدینہ طیبہ میں آپ کی آمد کے موقع پر اہل مدینہ نے استقبال کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔ کیا وہ خوشی کا اظہار نہیں تھا؟ کیا وہ جلوس نہیں تھا ؟ کیا اس میں مشعلیں روشن نہیں ہوئیں ؟ کیا اس میں

جھنڈے نہیں تھے ؟ کیا اس میں اجتماعی طور پر خوشی کے ترانے نہیں پڑھے گئے ؟ کیا اس میں آپؐ کی نبوت و رسالت کے نعرے نہیں لگے ؟ کیا "یا محمدؐ" "یا رسول اللہ" کی آوازوں سے شہرِ مدینہ کے در و دیوار گونج نہیں اٹھے تھے؛

—— اگر ان تمام چیزوں کا ثبوت موجود ہے اور یقیناً ہے تو پھر آج یہ چیزیں بدعت اور خلافِ شرع کیوں ہو گئیں جبکہ بانئ شریعت کے سامنے ادا کی گئیں ۔ اس کے بعد بھی قرونِ اولیٰ سے ثبوت کی ضرورت ہے تو اس پہ سوائے افسوس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔

ولادت اور بعثت دونوں ہی اللہ کی نعمتیں ہیں

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ کتاب وسنت میں بعثت کا ذکر ہے ولادت کا نہیں لہٰذا بعثت پر جشن منانا چاہیئے نہ کہ ولادت پر۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں لہٰذا ان دونوں پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے بلکہ ولادت بعثت کا ذریعہ ہے۔ اگر ولادت نہ ہوتی تو بعثت کہاں ؟ رہا یہ معاملہ کہ ولادت کا ذکر ہے یا نہیں ؟ ہم چند آیات واحادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

قرآن اور آپ کا پاکیزہ پشتوں میں منتقل ہونا

سورۂ شعراء میں اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہے:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔ (الشعراء ۲۶ : ۲۱۷-۲۱۹)	آپ بھروسہ اسی ذات پر کریں جو غالب ورحیم ہے وہ اللہ آپ کو دیکھتا ہے۔ جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے۔

ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنھما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای "تقلبك" من الاصلاب الطاهرة من اب الی اب الی ان جعلك نبیا۔ (مسالک الحنفاء، ۴۰)	یہاں گردش سے مراد پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونا ہے۔

تفسیر جمل میں ہے کہ آپ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ علیہما السلام تک جن جن پشتوں اور ارحام میں رہے، انہیں اللہ تعالٰی ملاحظہ فرما رہا ہے۔

ای یراک متقلباً فی اصلاب وارحام المومنین من لدن آدم وحوا الی عبداللہ وآمنہ فجمیع اصولہ رجالاً ونساء مومنون۔
(الجمل، ۳: ۲۹۶)

اے حبیب، حضرت آدم و حوا سے لے کر حضرت عبداللہ اور آمنہ تک جن جن مؤمن مردوں اور خواتین کے اصلاب اور ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے ان کو آپ کا رب ملاحظہ کر رہا ہے۔ پس آپ کے تمام آباء و اجداد خواہ مرد ہوں یا عورتیں اہل ایمان میں سے ہیں۔

صاوی علی الجلالین کے الفاظ ملاحظہ کیجئے!

والمعنی یراک متقلباً فی اصلاب وارحام المومنین من لدن آدم الی عبداللہ
(صاوی، ۳: ۲۸۷)

آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک آپ نے جن جن مؤمنین کے ارحام و پشتوں میں گردش کی اللہ تعالٰی نے اسے ملاحظہ فرمایا۔

ملاحظہ کیجئے قرآن نے تو ——— آپ کی اس گردش و انتقال کا تذکرہ کیا جو ولادت سے بھی پہلے مختلف ارحام اور پشتوں میں ہوتا رہا۔

اب ولادت کا تذکرہ سنیئے:

قرآن اور مولود کی قسم

قرآن نے ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مولود ہونے کی قسم کھائی:

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ (البلد، ۹۰: ۳)	قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو محترم افراد کی قسم کھائی ہے ـــ والد اور مولود کی ـــ والد گرامی سے مراد ہر وہ والد ہے جس کے مبارک صلب میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا ہوا آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی پشت مبارک میں مستقر ہوا اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک سے بصورت انسانی ظہور پذیر ہوا۔ اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات کو معرضِ وجود میں لایا گیا۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیتِ مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں:

المراد بالوالد آدم و ابراهیم علیهما السلام او ای والد کان "وما ولد" محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (المظہری، ۱: ۲۶۴)	اس آیت میں لفظ "والد" سے مراد یا تو حضرت آدم و ابراہیم علیہم السلام ہیں یا ہر والد مراد ہے اور "وما ولد" سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

۲۔ علامہ جار اللہ زمخشری سوال وجواب کی صورت میں لکھتے ہیں:

فان قلت ما المراد بوالد وما ولد؟ قلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن ولدہ	اگر آپ پوچھیں کہ والد اور ما ولد سے کون مراد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

اقسم ببلده الذی ھو مسقط راسه وحرم ابیه ابراھیم و منشا اسمعیل وبمن ولده وبه

(الکشاف، ۴ : ۲۵۵)

تمام والدین مراد ہیں۔ پہلے اللہ تعالےٰ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی جو آپ کا مولد اور آپ کے والد حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کا حرم ہے اس کے بعد ہر اس ذات کی قسم جو آپ کا والد بنا اور آپ کی ذات اقدس کی۔

۳۔ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری اکثر مفسرین کی رائے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

والاکثرون علی ان الوالد ابراھیم واسماعیل علیہما السلام والولد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کانه اقسم ببلده ثم بوالده ثم به۔

(غرائب القرآن پ۳۰ : ۹۸)

مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام اور ولد سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے شہر کی قسم کھائی پھر آپ کے والد اور پھر آپ کی ذات اقدس کی۔

۴۔ علامہ بیضاوی رقم طراز ہیں:

والوالد آدم او ابراھیم علیہما الصلوٰۃ والسلام وما ولد ذریته او محمد علیه الصلوٰۃ والسلام۔

والد سے مراد حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام ــ اور وما ولد سے اولاد یا حضور علیہ السلام مراد ہیں۔

یہاں گردشِ نور کے بعد آپ کی ولادت کا ذکر ہے اور وہ بھی نہایت ہی احسن اور پیارے انداز میں قسم اٹھا کر کیا ہے۔ ولادت کے بعد بچپن کا تذکرہ بھی قرآن نے کیا۔

قرآن اور حضورؐ کا بچپن

سورۃ الضحیٰ میں جہاں آپ پر نوازشاتِ الٰہیہ اور آپ کے مقاماتِ عالیہ کا تذکرہ ہے وہاں ایک احسان یہ بھی گنوایا ہے:

اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی۔ (الضحیٰ، ۶)	کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو اس نے ٹھکانہ عطا فرمایا۔

آپ یتیم بعثت کے بعد نہیں ہوئے بلکہ ولادت سے پہلے ہوئے تھے۔ کیا قرآن نے آپ کی یتیمی کا تذکرہ اور اس حال میں نوازشاتِ الٰہیہ کا ذکر کر کے آپ کے بچپن کے احوال کو واضح نہیں کیا۔ اب بعثت سے پہلے کی مبارک زندگی کے بارے میں قرآنی آیت پڑھیے۔

بعثت سے پہلے کی زندگی — توحید پر سب سے بڑی دلیل

قرآن نے یہ اعلان کیا ہے کہ سب سے پہلے مخاطبین کے سامنے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت اور اسلام کی حقانیت پر جو دلیل قائم کی وہ آپ کی بعثت سے پہلے کی مبارک زندگی تھی۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میرے حبیب نے یوں کہا:

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۔ (یونس، ۱۶)	میں نے تمہارے اندر عمر کا بیشتر حصہ بسر کیا ہے کیا تم شعور نہیں رکھتے۔

جب میں نے اس معاشرے کی جاہلیت میں رہتے ہوئے کبھی بھی کسی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو اب میں اللہ کی توحید کے بارے میں کیسے غلط بیانی کر سکتا ہوں۔

قرآن تو آپ کے بچپن اور لڑکپن کے تمام احوال کو اسلام کی حقانیت پر بطور ثبوت پیش کر رہا ہے لیکن امتی یہ کہہ رہا ہے کہ قرآن میں صرف بعثت کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے کا نہیں۔ اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

اللہ نے آپ کی تمام عمر کی قسم کھائی

آئیے اب قرآن کا وہ مقام پڑھیے جس میں اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق قبل از بعثت اور بعد از بعثت آپ کی ساری عمر مبارک کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ (الحجر ۱۵: ۷۲)

آپ کی تمام عمر کی قسم یقیناً وہ اپنے نشے میں مدہوش تھے۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ماخلق الله عزوجل وماذرأ نفسا اكرم عليه من محمد وما سمعت الله عزوجل اقسم بحياة احد الا بحياته

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ۱: ۶۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور سے بڑھ کر معزز و مکرم کوئی ذات پیدا نہیں کی اور حضور کی عمر کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔

اب بتائیے ولادت سے لے کر وصال تک کوئی ایسا لمحہ ہے جو ان الفاظ قرآنی سے خارج ہے۔ جب قرآن نے آپ کے ایک ایک لمحہ کا تذکرہ کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ آپ کی بعثت کو تو قرآن نے اہمیت دی ہے مگر ولادت کو نہیں دی سراسر قرآن پر تہمت ہے جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہے۔

رہا سوال کہ آپؐ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ضرور ہے مگر جمہور کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہے

ہم یہاں صحابہ، تابعین، جمہور مفسرین و محدثین اور مؤرخین کے چند اقوال ذکر کرتے ہیں جن میں انہوں نے بارہ ربیع الاول کو ہی آپ کا یوم ولادت قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کا قول

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ صحیح اسناد کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

عن جابر وابن عباس انہما قالا ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر شہر ربیع الاول۔	حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

۲۔ امام محمد بن اسحاق تابعی کا قول

امام محمد بن اسحاق ۱۵۰ تابعی اور تاریخ اسلام میں پہلے سیرت نگار ہیں۔ وہ آپ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل۔	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات بارہ ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

۳۔ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

وھذا ھو المشھور عند الجمھور (السیرۃ النبویہ، ۱: ۱۹۹)	جمہور علماء کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

۴۔ ابن سید الناس رقم طراز ہیں:

وولد سیدنا ونبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول عام الفیل۔ (عیون الاثر، ۱: ۳۷)	ہمارے آقا اور نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول پیر کی رات کو اس دنیا میں تشریف لائے۔

۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس بات کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

—— اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ربیع الاول کی بارہ تاریخ، بعض کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک آٹھ تھی۔

قول اول اشہر واکثر است وعملِ اہلِ مکہ بریں است، وزیارت کردن ایشاں	بارہ تاریخ والا قول مشہور اور اکثر کا قول ہے اہلِ مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد ہے

موضع ولادت شریف را دریں شب دخواندن مولود وانچہ از آداب و اوضاع آنست درشب دوازدھم

کیونکہ وہ اسی بارہ کی رات کو جائے ولادتِ نبیؐ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ اور محافلِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، ۲: ۱۴)

۶۔ مصر کے شہرۂ آفاق عالم شیخ محمد ابو زہرہ کہتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے اہلِ روایت کی رائے یہی ہے:

والجمھرۃ المعظمی من علماء الروایۃ علی ان مولدہ علیہ الصلاۃ والسلام فی ربیع الاول من عام الفیل فی لیلۃ الثانی عشر۔

تمام بڑے بڑے محدثین و مؤرخین کی یہی رائے ہے کہ حضور علیہ السلام اس دنیا میں عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو جلوہ افروز ہوئے۔

(خاتم النبیین، ۱: ۱۱۵)

مفتی محمد شفیع دیوبندی کی رائے

اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی۔ لیکن تاریخ کے تعین میں چار اقوال ہیں۔ مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔

آگے چل کر اس رائے کے مخالفین کا رد کرتے ہوئے کہا " محمود پاشا مصری نے نویں تاریخ کو جو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف، بے سند قول ہے۔ اور حسابات پر بوجہ اختلافِ مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔

(سیرۃ خاتم الانبیاءؐ)

جب صحابہ سے لے کر آج تک تمام اہلِ علم کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی تو اب یہ کہنا کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں کتنی دیدہ دلیری ہے۔

ولادت و وصال دونوں باعثِ خیر ہیں

اب اس سوال پر غور کرتے ہیں۔ "حقیقتِ میلاد" کے ص۸ پر تحریر ہے: "لیکن بارہ ربیع الاول تاریخِ ولادت تحقیقی بات نہیں۔ البتہ اس روز وفات ہوئی سب کے نزدیک مسلم ہے۔" جو تاریخ قطعی طور پر تاریخ وفات ہے اس پر جشن منانا تعجب ہے۔"

...... اس کے جواب میں اتنی ہی بات کہنا کافی ہے کہ اگر تاریخِ ولادت کے تعیّن میں اختلاف ہے تو تاریخ وفات کے تعیّن میں بھی اختلاف ہے۔

ہم اُن کے لیے علّامہ شبلی کا حوالہ نقل کر دیتے ہیں جس کے حوالے سے انہوں نے تاریخِ ولادت پر استدلال کیا ہے۔ علامہ شبلی نے اس مسئلہ پر تین صفحات لکھے اور آخر میں لکھا:

"اس لیے وفاتِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے۔" (حاشیہ سیرت النبی جلد ۲ : ۱۷)

ہمیں تو "حقیقتِ میلاد" کے مصنّف کے مطالعہ پر تعجب ہے کہ مختلف فیہ مسئلہ کو متفق علیہ اور قطعی کیسے قرار دے دیا، اور اگر یہ آپ کا یوم وفات ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے تو تب بھی محفل میلاد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ کتاب، سنّت نے واضح کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال دونوں امت کے حق میں باعثِ خیر ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ کا ارشاد مروی ہے۔

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم۔ (الشفاء، ۱: ۱۹)

میری ظاہری حیات اور میرا وصال دونوں ہی تمہارے لیے بہتر ہیں

دوسرے مقام پر وصال کے باعثِ خیر ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

اذا اراد اللہ رحمۃ بامۃ قبض

جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر اپنا خاص

نبیها قبلها فجعله لها فرطًا و سلفها و اذا اراد اللہ ھلکۃ امۃ عذبها و نبیها حیی ناهلکها و هو ینظر فاقر عینیه بهلکتها حین کذبوه و عصوا امره۔ (المسلم، ۲: ۲۴۹)	کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس امت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس امت کے لیے شفاعت کا سامان کر دیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسی نبی کی ظاہری حیات میں ہی اس امت کو عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنے اس نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔

حدیث میں مذکورہ لفظ "فرط" کی تشریح ملا علی قاری یوں کرتے ہیں:

اصل الفرط هو الذی یتقدم الواردین لیهئی لهم ما یحتاجون الیه عند نزولها فی منازلهم ثم استعمل یشفع فیمن خلفه۔ (الشفاء ۱: ۳۶)	فرط کسی مقام پر آنے والے کی ضروریات ان کی آمد سے پہلے مہیا کرتے والے شخص کو کہا جاتا ہے پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کے لیے مستعمل ہونے لگا۔

اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل و احسان کہ آخرت میں پیش آنے والے معاملات سے پہلے اس کے لیے حضور علیہ السلام کو شفیع بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے آپ ؐ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔

ولادت نعمتِ عظمیٰ ہے

مذکورہ فرمانِ نبوی نے جب یہ بات واضح کر دی کہ آپ کی ولادت اور وصال

دونوں امت کے حق میں بہتر اور نعمت ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں عظیم نعمت کونسی ہے؟ تو واضح و ظاہر ہے کہ آپ کی ولادتِ مبارکہ اور تشریف آوری ہی عظیم ہے. کیونکہ دوسری نعمت تو اسی کے صدقہ میں حاصل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی نے بہت ہی خوب بات کہی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ولادت کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے عقیقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے مگر وفات کے موقعہ پر کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع وفزع سے منع کیا۔

فدلت قواعد الشريعة على انه يحسن فى هذا الشهر اظهار الفرح بولادته صلى الله عليه وسلم دون اظهار الحزن فيه بوفاته۔ (الحاوی للفتاوی، ۱: ۱۹۳)

شریعت کا مذکورہ اصول راہنمائی کر رہا ہے کہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی حرمین شریفین کے لوگوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکرِ وفات نہ چاہیے اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے ذکر غم جانکاہ اس محفل میں نازیبا ہے۔ حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصۂ وفات کی نہیں ہے"۔

(تواریخ حبیب اللہ: ۱۵)

پھر ہم اتنا ہی سوچ لیں کہ سوگ ہم تب منائیں کہ آپ کا فیضان ختم ہوگیا ہو تو وہ تو الحمد للہ تا قیامت اور بعد از قیامت جاری وساری ہے آج بھی آپ ہی کی نبوت کا دور ہے۔ یہ تمام امت آج بھی آپ کی رحمت وشفقت پر قائم ہے۔ یعنی آپ کا وصال ایسا نہیں کہ امت سے تعلق ختم ہو جائے بلکہ آپ کا فیضان تا قیامت جاری ہے اور آپ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔ قصور اور کوتاہی

ہماری ہے۔ آپ تو آج بھی اسی طرح سنتے اور دیکھتے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں سنتے دیکھتے تھے۔

استاذ المحدثین ملا علی قاری نے آپ کے وصال کے بارے میں کیا ہی خوب کہا۔

لیس هناك موت ولا فوت	یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات بلکہ
بل انتقال من حال الی حال۔	یہاں ایک حال سے دوسرے حال
(شرح الشفا، ۱: ۳۶)	کی طرف منتقل ہونا ہے۔

آپ نے غور فرمایا، ہمارے ائمہ تصریح کر رہے ہیں کہ یہاں وفات نہیں بلکہ وصال و انتقال ہے تو جب وفات ہی نہیں تو سوگ کیا؟

کیا بانیٔ محفل حاکمِ وقت اور عالمِ دین، ظالم و کذّاب تھے؟

اب آئیے ——— اس سوال کی طرف کہ وہ حاکم وقت اور عالم دین ظالم اور کذاب تھے ——— اس سلسلے میں اوّلین گذارش تو یہ ہے کہ جب محفلِ میلاد قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو اس کے بعد کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ——— دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے بارے میں جو کچھ معترضین نے تحریر کیا ہے کیا یہ تمام علماء کی متفقہ رائے ہے۔ اگر نہیں تو پھر دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ ان کے بارے میں دوسری رائے بھی لکھی جاتی تاکہ قارئین کے لیے رائے قائم کرنا آسان ہو جاتا۔ اگر "فتاویٰ رشیدیہ" اور "تاریخِ میلاد" کے ساتھ ساتھ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "حسن المقصد فی عمل المولد" کا ہی مطالعہ کر لیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ ہم ان کے بارے میں تین مسلمہ بزرگوں کی رائے تحریر کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہے کہیں۔

۱۔ حافظ ابنِ کثیر کے الفاظ ملاحظہ ہوں کہ "وہ ایک سخی، عظیم سردار اور بزرگ

بادشاہ تھا اور اس کے تمام کام بہت اچھے تھے۔

کان الملک المظفر ابوسعید	بادشاہ مظفر ابوسعید ربیع الاول
یعمل المولد الشریف فی ربیع	میں ایک عظیم الشان محفلِ میلاد
الاول ویحتفل به احتفالاً	منعقد کرتے اور وہ نہایت بہادر
هائلاً وکان شخصاً شجاعاً	جرأت مند، دانا اور عادل حاکم تھے۔
بطلاً عاقلاً عادلاً رحمه	
الله تعالیٰ (الحاوی للفتاویٰ ۱: ۱۸۹)	

۲۔ امام جلال الدین سیوطیؒ "حسن المقصد" میں لکھتے ہیں:

صاحب اربل الملک المظفر	اربل کا حاکم مظفر ابوسعید ان حکمرانوں
ابوسعید احد الملوک	میں سے ایک ہے جو نہایت ہی صاحبِ
الامجاد الکبراء الاجواد و	شرافت اور بڑی سخی شخصیت ہیں اور
ان له آثار حسنة۔	ان کے لیے نہایت ہی اچھے آثار ہیں۔

۳۔ "مراۃ الزمان" میں سبط ابن الجوزیؒ رقم طراز ہیں کہ محفلِ میلاد پر کثرت کے ساتھ خرچ کرنے کے علاوہ مہمان نوازی پر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا اور اس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ ہوتے ___

کان یستفک من الفرنج	اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار دے
فی کل سنة اساری بمائتی	کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی
الف دینار وکان یصرف	رہا کراتا جن کی کل تعداد ساٹھ ہزار ہے
علی الحرمین والمیاه بدرب	حرمین کی نگہداشت اور حجاج کے
الحجاز فی کل سنة ثلاثین	لیے پانی مہیا کرنے کے لیے تیس ہزار
الف دینار هذا کله سوی	دینار سالانہ۔ یہ ان صدقات کے علاوہ

صدقات السر وحكت	ہے جو وہ مخفی طور پر خرچ کیا کرتا اس
زوجته ربيعه خاتون	کی اہلیہ ربیعہ خاتون بنت ایوب
بنت ايوب اخت الملك الناصر	(جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ
صلاح الدين ان قميصه كان	تھی) بیان کرتی ہے کہ میرے خاوند کی
من كرباس غليظ لا يساوى خمسة	قمیص موٹے کھدر کی ہوتی تھی جس کی
دراهم قالت فعاتبته فى ذلك	قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی ایکبار
فقال البس ثوبا بخمسة والتصدق	میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی
بالباقى خير من ان البس ثوبا	تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا
ثمنا وادع الفقير والمسكين	کپڑا پہن کر باقی صدقہ وخیرات کر دینا
	اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے اور
(الحاوی للفتاوی، ۱: ۱۹۰)	لباس پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو
	خیر باد کہہ دوں ۔

اس شخص نے فوت ہوتے وقت وصیت کی کہ مجھے حرمین شریفین میں دفن کیا جائے ۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایسے حاکم کو عیاش اور ظالم کہتا ہے تو اسے اپنی قبر یاد رکھنی چاہیئے اور اس دن کا انتظار کرنا چاہیئے جب تمام حقائق سامنے آجائیں گے ۔ رہا معاملہ شیخ الحافظ ابو الخطاب بن دحیہؒ کا تو وہ بھی مسلّم فاضل ہیں ۔ ان کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں :

كان من اعيان العلماء و	وہ نہایت ہی جیّد عالم اور مشاہیر فضلاء
مشاهير الفضلاء ۔	میں سے تھے ۔

(الحاوی للفتاوی ۱، ۱۹۰ : ۱)

اگر انہوں نے حضور علیہ السلام کے فضائلِ میلاد پر کتاب لکھی اور حاکمِ وقت نے ایک ہزار دینار بطور انعام پیش کیا تو اس میں کیا حرج ہے؟

حضورؐ کا خالق و مالک تو آپ کی ولادت پر خوشی کے اظہار کی صورت میں ابولہب جیسے کافر کو بھی جزا و انعام سے نوازتا ہے

اللہ تعالیٰ کا عذاب میں رعایت دینا ایک ہزار دینار کے برابر ہے یا زائد ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ اس کی کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اگر اس حاکم نے سنتِ الٰہیہ کی پیروی میں یہ عمل کیا ہے تو اس پر ظلم کا فتوےٰ کیوں؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ کیا محفلِ میلاد منعقد کرنے والے اور اس پر مواد مہیا کرنے والے صرف یہی حضرات ہیں۔ اگر اس موضوع پر کام کرنے والوں کے اسماء لکھے جائیں تو اس کے لیے الگ دفتر چاہیئے۔ کچھ ائمہ امت اور ان کی اس موضوع پر کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

علماء امت کی محفل میلاد پر چند تصانیف

۱۔ حسن المقصد فی عمل المولد ــــ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ جزءٌ فی المولد الشریف ــــ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ المورد الروی فی المولد النبویؐ ــــ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ــــ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ المورد الھنی فی المولد النبیؐ ــــ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ جامع الآثار فی مولد النبی المختار ــــ حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ عرف التعریف بالمولد الشریف ــــ امام شمس الدین ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸۔ المیلاد النبوی ، شیخ المحدثین امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ۔

۹۔ مورد الصاوی فی مولد الھادی ، حافظ شمس الدین دمشقی

۱۰۔ الباعث علی انکار البدع والحوادث ، امام ابوشامہ المتوفیٰ ۶۶۵ھ۔

۱۱۔ التنویر فی مولد السراج المنیر ، امام ابوالخطاب ابن دحیہ

۱۲۔ نظم البدیع فی مولد النبی الشفیع ، امام یوسف بن اسمعیل نبہانی

۱۳۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف ، شیخ محمد علوی مالکی

۱۴۔ مولد النبی ، شیخ السید جعفر البرزنجی

۱۵۔ مولد الدیبعی ، امام عبدالرحمٰن بن الدیبعی الشیبانی المتوفیٰ ۹۴۴ھ

۱۶۔ ماثبت بالسنۃ ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی

۱۷۔ سمط الدرر فی اخبار مولد خیر البشر ، امام علی بن محمد الحبشی

۱۸۔ مولد الغرب ، شیخ محمد الغرب

۱۹۔ مولد المصطفیٰ ، الاستاذ خیرالدین وائلی

۲۰۔ سبل الہدیٰ والرشاد ، امام محمد بن یوسف صالحی شامی

۲۱۔ فیصلہ ہفت مسئلہ ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

۲۲۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان ، شاہ احمد سعید دہلوی ۱۲۷۷

۲۳۔ اثبات المولد والقیام ، شاہ احمد سعید دہلوی ۱۲۷۷

۲۴۔ خیر البیان من المحسنات سعید البیان فی مولد سید الانس والجان ، شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر

۲۵۔ خیر المورد فی احتفال المولد ، شاہ ابوالحسن زید فاروقی

۲۶۔ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام ، مولانا سلامت اللہ بدایونی

۲۷۔ الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم ، مولانا عبدالحق الہ آبادی

۲۸۔ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ ، مولانا عبدالسمیع رام پوری

۲۹۔ الشمامۃ العنبریہ من خیر مولد البریہ ، علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی۔

ائمہ امت کے اقوال

ان میں سے بعض بزرگوں کے اقوال بھی ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ محدث ابنِ جوزی رح

لا زال اهل الحرمین الشریفین والمصر والیمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویفرحون بقدوم هلال شهر ربیع الاول ـ ویهتمون اهتمامًا بلیغًا علی السماع والقرأة لمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وینالون بذالک اجرًا جزیلًا وفوزًا عظیمًا ـ (المیلاد النبوی، ۵۸)

اہل مکہ و مدینہ، اہل مصر، یمن، شام اور تمام عالم اسلام مشرق تا مغرب ہمیشہ سے حضور اکرم علیہ السلام کی ولادت سعیدہ کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجرِ عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں۔

۲۔ امام نووی کے شیخ امام ابو شامہ

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا من هذا القبیل ما کان

ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن

يفعل بمدينة اربل جبرها الله تعالىٰ كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولد النبى صلى الله عليه وسلم من الصدقات والمعروف واظهار الزينة والسرور فان ذٰلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقراء مشعر بمحبة النبى صلى الله عليه وسلم وتعظيمه وجلالته فى قلب فاعله وشكر الله على ما من به من ايجاد رسوله الذى ارسله رحمة للعالمين صلى الله عليه وسلم۔ (الباعث على انکار البدع والحوادث ص۱۳)

جو صدقات اظہار زینت اور خوشی کیجاتی ہے یہ بدعت حسنہ کے زمرے میں شامل ہے کیونکہ اس کے ذریعے فقراء کی خدمت کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جلال اور تعظیم کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمۃ للعٰلمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔

۳۔ امام الحافظ سخاوی

لا زال اهل الاسلام فى سائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فى شهر مولده صلى الله عليه وسلم بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الرفيعة

تمام اطراف و اکناف میں اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کی بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس کی راتوں میں جی بھر کر صدقہ اور نیک اعمال میں اضافہ کرتے ہیں خصوصاً آپ کی ولادت

و ینصدقون فی لیالیہ	کے موقعہ پر ظاہر ہونے والے واقعات
بانواع الصدقات و یظہرون	کا تذکرہ ان محافل کا موضوع ہوتا ہے۔

السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون لقراءۃ مولدہ الکریم و یظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عمیم۔

(سبل الہدیٰ '۱' : ۴۳۹)

۴۔ امام جلال الدین سیوطی

عندی ان اصل عمل المولد	میرے نزدیک میلاد کے لیے اجتماع
ھو اجتماع الناس وقرأۃ	تلاوتِ قرآن، حضور صلی اللہ علیہ
ما تیسر من القرآن وروایۃ	وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات
الاخبار الواردۃ فی مبداء	اور ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہونے
امر النبی صلی اللہ علیہ	والی علامات کا تذکرہ ان بدعاتِ حسنہ
وسلم وما وقع فی مولدہ من	میں سے ہے جن پر ثواب مترتب ہوتا
الایات ثم یمد لھم سماطیاکلونہ	ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وینصرفون من غیر زیادۃ	تعظیم و محبت اور آپ کی آمد پر خوشی کا
علی ذلک ھو من البدع الحسنۃ	اظہار ہے۔
التی یثاب علیھا صاحبھا لما	
فیہ من تعظیم قدر النبی	
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واظہار	
الفرح والاستبشار بمولدہ	

الشریف۔ (حسن المقصد فی عمل المولد فی الحاوی للفتاوی '۱' : ۱۸۹)

۵۔ شارح بخاری امام قسطلانی

لازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه انواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم ومما جرب من خواصه انه امان في ذالك العام وبشرى عاجلة بنيل المرام بنيل البغية والمرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعياداً ليكون اشد علة على من في قلبه مرض۔ (المواهب اللدنيه ۱: ۲۷)

ربیع الاول چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں، خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفلِ میلاد کی یہ برکت مجرّب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے۔

۶۔ علامہ ابن تیمیہ

وكذالك ما يحدثه بعض

بعض لوگ جو محفل میلاد کا انعقاد

الناس اما مضاهاة للنصارى فی میلاد عیسی علیه السلام واما محبة للنبی صلی الله علیه وسلم وتعظیماً له والله قد یثیبهم علی هذه المحبة والاجتهاد۔

(اقتضاء الصراط المستقیم، ۲۹۴)

ہیں ان کا یا تو مقصد عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے کہ جس طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن مناتے ہیں یا مقصد فقط رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہے۔ اگر دوسری صورت ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے عمل پر ثواب عطا فرمائے گا۔

آپ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فتعظیم المولد واتخاذه موسما قد یفعله الناس ویکون له فیه اجرٌ عظیم لحسن قصده وتعظیمه لرسول الله صلی الله علیه وسلم کما قدمته لک انه یحسن من بعض الناس ما یستقبح من المومن المسدد۔

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۹۷)

اگر محفل میلاد کے انعقاد کا مقصد تعظیم رسول اللہ علیہ السلام ہے تو اس کے کرنے والے کے لیے اجر عظیم ہے۔ جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ (اور صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ممالک میں محافل میلاد کے انعقاد میں سوائے تعظیم ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پیش نظر نہیں ہو سکتا۔

۷۔ الحافظ ابو ذرعہ العراقی

سئل عن فعل المولد مستحب و مکروه

محفل میلاد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ

هل ورد فيه شئ او نعله من يقتدى به قال اطعام الطعام مستحب فى كل وقت فكيف اذا انضم لذلك السرور بظهور نور النبوة فى هذا الشهر الشريف ولا نعلم ذلك من السلف ولا يلزم من كونه بدعة كونه مكروها فكم من بدعة مستحبة بل واجبة۔

(تشنيف الاذان للشيخ محمد بن صديق صـ۱۳۶)

یہ مستحب ہے، یا مکروہ؟ کیا اس کے بارے میں کوئی نص ہے یا کسی ایسے شخص نے کی ہے جس کی اقتداء کیجائے۔ آپ نے فرمایا، کھانا وغیرہ کھلانا تو ہر وقت مستحب ہے۔ اور پھر کیا ہی مقام ہوگا جب اس کے ساتھ ربیع الاول میں آپ کے نور کے ظہور کی خوشی شامل ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اسلاف میں سے کسی نے کیا لیکن اس کے پہلے نہ ہونے سے اس کا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے کام اسلاف میں نہ ہونے کے باوجود مستحب بلکہ بعض واجب ہوتے ہیں۔

۸ - امام ابن حجر مکیؒ

الموالد والاذكار التى تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة و ذكر و صلاة و سلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(فتاوے حدیثیہ صـ۱۲۹)

میلاد اور اذکار کی محافل جو ہمارے ہاں منعقد ہوتی ہیں، اکثر خیر پر ہی مشتمل ہیں کیونکہ ان میں صدقات، ذکر الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔

۹۔ ملّا علی قاری

ومن تعظیم مشائخهم وعلماءهم هذا المولد المعظم والمجلس المکرم انه لا یأباه احد فی حضوره رجاء ادراک نوره۔ (المورد الروی)

تمام ممالک کے علماء اور مشائخ محفل میلاد اور اس کے اجتماع کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی ایک بھی اس کی شرکت سے انکار نہیں کرتا۔ ان کی شرکت سے مقصد اس مبارک محفل کی برکات کا حصول ہوتا ہے۔

۱۰۔ امام نصیر الدین المعروف بابن الطباخ

اذا انفق المنفق تلک اللیلة وجمع جمعا اطعمهم ما یجوز اطعامه واسمعهم للاخرة ملبوسا کل ذلک سرورا بمولده صلی الله علیه وسلم بجمیع ذلک جائز ویثاب فاعله اذا احسن القصد۔

(سبل الهدیٰ، ۱: ۴۴۲)

جب کوئی آدمی شب میلاد اجتماع، صدقہ وخیرات اور خرچ کرے اور ایسی روایات صحیحہ کے تذکرے کا انتظام ہو جو آخرت کی یاد کا سبب بنیں، اور یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہو، اس کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں اور ایسا کرنے والا مستحق اجر و ثواب ہوتا ہے جب اس کا ارادہ ہی محبت اور خوشی ہو۔

۱۱۔ امام جمال الدین الکتانی

مولد رسول الله صلی الله

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا

عليه وسلم مبجل مكرم قدس يوم ولادته وشرف وعظم وكان وجوده صلى الله عليه وسلم مبداء سبب النجاة لمن اتبعه و تقليل حظ جهنم لمن اعدها لفرحه بولادته صلى الله عليه وسلم فمن المناسب اظهار السرور والفاق الميسور۔

(سبل الہدیٰ، ۱ : ۴۴۱)

دن نہایت ہی معظم، مقدس اور محترم و مبارک ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک اتباع کرنیوالے کے لیے ذریعۂ نجات ہے جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو عذاب جہنم سے محفوظ کر لیا۔ لہٰذا ایسے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسب توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے ۔

۱۲ - شیخ عبدالحق محدّث دہلوی

لا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم و یعملون الولائم ویتصدقون فی لیالہ بانواع الصدقات ویظهرون السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون لقراءة مولده الکریم۔ (ماثبت من السنة ص ۱۰۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد، تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقعہ پر خصوصاً آپ کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خصوصی معمول ہے ۔

۱۳- شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

وكنت قبل ذلك بمكة المعظمة في مولد النبي صلى الله عليه وسلم في يوم ولادته والناس يصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويذكرون ارهاصاته التي ظهرت في ولادته ومشاهده قبل بعثته فرأيت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول اني ادركتها ببصر الجسد ولا اقول ادركتها ببصر الروح فقط والله اعلم كيف كان الامر بين هذا وذلك فتاملت لتلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة الموكلين بامثال هذه المجالس ورأيت يخالطه انوار الملائكة انوار الرحمة -

(فیوض الحرمین : ۸۰، ۸۱)

مکہ معظمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کر رہے ہیں اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار وتجلیات کی برسات شروع ہوگئی انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کی ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہرحال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے گئے ہوتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔

۱۴۔ دوسرے مقام پر اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

كنت اصنع في ايام المولد طعامًا صلة بالنبي صلى الله عليه وسلم فلم يفتح لي سنة من السنين شي اصنع به طعامًا فلم اجد الاحمصا مقليا فقسمته بين الناس فرأيته صلى الله عليه وسلم وبين يديه هذا الحمص متبجهًا بشاشًا۔

(الدر الثمين، ۴۰)

میں ہمیشہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد کے موقعہ پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال میں کھانے کا انتظام نہ کر سکا۔ ہاں کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی

"جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلافِ شرع کہتے ہیں"۔

دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جس زمانے میں بطرزِ مندوب محفلِ میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاوّل کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قرأت اور سماعتِ میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں۔ اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیئے کہ ربیع الاوّل میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں"۔

(فتاویٰ عبدالحئی ۲: ۲۸۳)

۱۶ - حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں۔ اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں"۔

(شمائم امدادیہ، ۹۳)

آپ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں"۔

(شمائم امدادیہ، ۸۷، ۸۸)

حضرت حاجی صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں اپنا معمول بھی بیان فرماتے ہیں:

"فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۹)

۱۷ - مفتی محمد مظہر اللہ مجددیؒ

میلاد خوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی فعل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ ان کو ناجائز کہنے کے لیے دلیل شرعی ہونی چاہیے۔ مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے۔ یہ

کہنا کہ صحابہ کرامؓ نے کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا مخالفت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اُس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔"

(فتاوائے مظہری، ۴۳۵، ۴۳۶)

۱۸۔ علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی

"اس میں کیا برائی ہے اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت و دل و ہدی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں۔ پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں"۔

(الشمامۃ العنبریہ من خیر المولد البریہ، ۵)

۱۹۔ مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی

"محفل میلاد خصوصاً اس پُر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعثِ ترویجِ اسلام بین العوام ہے۔ اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ اس التزام سے یہ کام برا نہیں ہو سکتا۔ بناء مساجد و مدارس بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفسِ فعل کو برا کہہ سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ میرے نزدیک جس فریق نے بدعتِ سیئہ کے معنی یہ لیے کہ قرونِ ثلثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی وہ بدعتِ سیئہ ہے اس نے بڑی غلطی کی۔"

(تقریظ بر انوار ساطعہ، ۳۰۸)

۲۰۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی

"حرمین شریفین اور اکثر بلادِ اسلامیہ میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفلِ

میلاد شریف کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے مولود شریف پڑھتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکاتِ عظیم ہے اور سبب ہے ازدیادِ محبت کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف نبوی میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بر مکانِ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(تواریخ حبیب اللہ : ۱۵)

۲۱۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ

انعقادِ مجلسِ میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی، باجہ اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاوے اور بعد اس کے طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ ہرج نہیں بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں۔

تو ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرضِ کفایہ میں ہیں۔ مسلمانوں بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجالس کرنے سے نہ رکیں اور تعین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکرِ میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماءِ محدثین نے جائز رکھا ہے۔ تعجب ہے ان منکروں سے ایسے بڑھے کہ فاکھانی مغربیؒ کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مضل

بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے۔ مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین اور ان کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی قدس اللہ سب کے سب انہی ضال مضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر یا اللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے راستہ پر چلا۔ آمین!"

(تقریظ بر انوار ساطعہ، ۳۱۴، ۳۱۵)

۲۲۔ موصوف شیخ عبدالحق الہ آبادی کی کتاب الدر المنظم پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

"اس رسالہ کو میں نے اوّل سے آخر تک اچھی طرح سنا۔ اس کا اسلوب عجیب اور طرز غریب بہت ہی پسند آیا۔ اگر اس کی وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اوسے مبالغہ پر حمل کریں گے اس لیے اوسے چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اسکے مصنف محقق منصف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرماوے اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بے جا کو توڑ کے اونکو راہ راست پر لاوے اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے۔ اور میرے اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے بلکہ بحلف سیح تحج ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہہ ہے کہ ع

برین زیستم ہم برین بگذرم

اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ انعقاد مجلس مولود شریف بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسی تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاوے اور بعد اوسکے اگر طعام پختہ یا شیرینی

بھی تقسیم کی جائے اوسمیں کچھہ ہرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے طرف سے آریہ لوگ جو خدا اونکو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ اون سے زیادہ شور مچار ہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد اون شروط کے ساتھ جو ہمنے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرض کفایہ ہے ۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلسوں کے کرنے سے نہ رکیں ۔ اور اقوالِ بیجا منکروں کی طرف جو تعصّب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی ہرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس جمہور علماءِ صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماءِ محدّثین نے جائز رکھا ہے اور جناب صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان منکروں سے کہ ایسے بڑھے کہ فاکھانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ صافیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوے اور اونکے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور اونکے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور ان کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی قدس اللہ اسرارہم سب کے سب انہیں ضال مضل میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ اُف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر ۔ یا اللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا ۔ آمین ثم آمین اور وہ جو بعضی میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور حق ظاہر نہیں کرتا بالکل جھوٹ ہے اور اونکا قول مغالطہ دہی ہے ۔ مَیں بحلف کہتا ہوں

ہیں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو اونکے رعایت یا اونکے وزراء وامراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ جب میں بلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اونکی وزراء امراء ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے پاشا مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین امور کا سمجھتے تھے میری گفتگو سخت جو مجلس عام میں آئی تمام حجاز والی خاص کر حرمین والے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ جب ان کے ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابن حجر اور ہزارہا عالم تقوی شعار خاصکر اون کے استادوں اور پیروں میں شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ اور اون کے بیٹے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز اور اونکے نواسے مولوی محمد اسحق قدس اللہ اسرارہم نچھوٹے تو میں غریب نہ اونکی سلسلہ اوستادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں کسطرح چھوٹوں گا۔ یہہ تو ہر طرح سے اور بلکہ تکفیر میں بھی قصور نکریں گے۔ پر میں اون کے ان حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند جناب محقق مصنف رسالہ کے سے جابجا تحریر فرمائی ہے۔ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

یہ ہمارے مسلمہ ائمہ ہیں۔ تمام اپنے اپنے وقت کے عظیم فقیہ اور محدث تھے۔ کیا یہ سب ظالم اور کذاب تھے؟ ـــــــ اب اپنا جملہ (آپ نے دیکھا کہ محفل میلاد کا مواد فراہم کرنے والا شخص کس قدر کذاب اور بے دین ہے) پڑھیں اور غور کریں کہ اس کی زد کس کس پر پڑتی ہے۔

کیا جشنِ میلاد النبی صرف برِصغیر میں منایا جاتا ہے

س یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصورت اجتماعات اور جلوس صرف برِصغیر ہی میں منایا جاتا ہے اور کسی جگہ خصوصاً حرمین میں نہیں منایا جاتا۔

ج گذارش یہ ہے کہ اس جشن کا آغاز بھی حرمین شریفین سے ہوا تھا۔ اگر وہاں آج کل نہیں منایا جاتا تو اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ کبھی بھی نہ تھا۔ ہم آپ کے سامنے حرمین میں منائے جانے والے جشن میلاد کی چند جھلکیاں پیش کر دیتے ہیں۔

تاریخِ حرمین خصوصاً تاریخِ مکہ پر لکھی جانے والی کتب کے مطالعہ کے بعد اہلِ حرمین کے درج ذیل معمولات سامنے آتے ہیں:

۱۔ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

اہلِ مکہ کا معمول تھا کہ ولادت کی رات محلہ بنی ہاشم میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حضور کی جائے ولادت) کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

امام ابوالحسین محمد بن احمد المعروف بابن جبیر اندلسی المتوفی ۶۱۴ھ اپنے تاریخی سفرنامے میں مولد پاک کے بارے میں لکھتے ہیں:

من مشاهدها الكريمة	مکہ مکرمہ کی زیارات میں سے ایک
ايضاً مولد النبي صلى الله	مولد پاک بھی ہے۔ اس مقام کی مٹی
عليه وسلم و التربة الطاهرة	کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس
التي هي اوّل تربة مست	کائنات میں سب سے پہلے محبوب خدا کے
جسمه الطاهر والموضع	جسمِ اقدس کو مس کیا اور اس میں اس
المقدس الذي سقط فيه	ہستی مبارکہ کی ولادت پاک ہوئی جو

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعة الولادة السعيدة المباركة التي جعلها الله رحمة للامة اجمعين يفتح هذا الموضع المبارك فيدخله الناس كافة و متبركين به فی شهر ربيع الاول ويوم الاثنين منه لانه کان شهر مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

(رحلة ابن جبير : ۹۰)

تمام امت کے لیے رحمت ہے۔ ماہ ربیع الاول میں خصوصاً آپ کی ولادت کے دن اس مکان کو زیارت کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کی زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

خود اپنا عمل بیان کرتے ہیں :

دخلنا مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومسحنا الخدود فی ذلك الموضع المقدس الذی هو مسقط لاكرم مولد على الارض و ممس لاطهر سلالة و اشرفها ونفعنا بركة مشاهدة مولده الكريم۔ (رحلة ابن جبير : ۱۲۶)

ہم نے مولد پاک میں داخل ہو کر اپنے رخسار اس مقدس مٹی پر رکھ دیئے کیونکہ یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں کائنات کا سب سے مبارک اور طیب بچہ پیدا ہوا، ہم نے اس کی زیارت کے ذریعے خوب برکات حاصل کیں۔

۳۔ امام جمال الدین محمد بن جار اللہ الجامع اللطیف میں لکھتے ہیں :

جرت العادة بمكة ليلة الثانی عشر من ربيع الاول

ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ (جو کہ شافعی

كل عام ان قاضی مكة الشافعی يتهياء لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلوٰة المغرب في جمع عظيم۔

المذہب ہیں، کی زیر سرپرستی مغرب کی نماز کے بعد لوگ قافلہ در قافلہ مولدِ پاک کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

(الجامع اللطیف : ۲۰۱)

۴۔ شیخ محمد بن علوی الحسنی لکھتے ہیں :

وجرت العادة بمكة فی مولد الرسول ان يتهيا الكبار والعلماء واعيان البلاد بالفوانس والمشموع فيخرجون الى بيت مولد الرسول لزيارته۔

اہل مکہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ مشائخ، اکابر علماء اور معزز شخصیات ہاتھوں میں فانوس اور چراغ لے کر مولد پاک کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔

(فی رحاب بیت الحرام : ۲۶۲)

محمد حسین ہیکل مصری نے مولد پاک کی بے حرمتی دیکھ کر لکھا :

وانت تمر بها اليوم خالية حينًا معمورة بالخيام حينا اخر وكثيرا ما تراها مناخا للابل فی زمن الحج وان قومًا يرونها اليوم و كانوا قد رأوها من قبل ان يطمس الوهابيون على اثارها فيحز الالم فی نفوسهم۔

آج خالی میدان نظر آتا ہے بلکہ کبھی اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ بنا لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ جگہ سب سے زیادہ آباد ہوا کرتی تھی۔ جن لوگوں نے وہ منظر دیکھا ہے وہ آج وہابیوں کی اس بے حرمتی پر خون کے آنسو روتے ہیں۔

(فی منزل الوحی : ۲۱۹)

ہر سوموار مولدپاک میں "محفلِ ذکر" منعقد ہوتی تھی

امام قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ھ، جو کہ مکہ مکرمہ میں علوم دینیہ کے استاذ تھے) اہل مکہ کے معمولات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل مکہ ہمیشہ ہر سوموار کی رات مولدپاک میں محفل ذکر سجاتے تھے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

یستجاب الدعاء فی مولد	مولد پاک معروف ومشہور جگہ ہے۔
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔
وھو موضع مشھور یزار	وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ
الی الان و یکون فی کل لیلۃ	وہاں ہر سوموار ذکر کی محفل سجاتے ہیں
اثنین فیہ جمعیۃ یذکرون	اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات
اللہ تعالٰی ویزار فی اللیل	اس کی زیارت کی جاتی ہے۔
الثانیۃ عشر من شھر ربیع	
الاول فی کل عام۔ (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام : ۳۵۵)	

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس محفلِ میلاد

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ساتھ ساتھ وہاں محفل میلاد بھی منعقد کی جاتی جس میں آپ کی ولادت اور اس موقع پر ظاہر ہونے والی نشانیوں کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔

شیخ قطب الدینؒ رقمطراز ہیں:

ویخرجون من المسجد الی	لوگ جوق در جوق مسجد حرام سے نکل
سوق اللیل ویمشون فیہ	کر سوق اللیل کی طرف جاتے ہیں اور

الیٰ محل مولد الشریف باز دحام ویخطب فیہ شخص۔

وہاں مولد پاک کے مقام پر اجتماع اور محفل منعقد کرتے ہیں اور اس میں ایک شخص خطاب بھی کرتا ہے۔

(الاعلام باعلام ببیت الحرام : ۵۶)

امام ابن ظہیرہ اس جلسۂ عام کی روداد اور اس کا موضوع سخن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعد تقدم خطبۃ مناسبۃ للمقام ثم یعود منہ الی المسجد الحرام قبیل العشاء

مولد پاک کی مناسبت سے وہاں خطبہ دیا جاتا ہے۔ پھر عشاء سے پہلے لوگ لوٹ کر مسجد حرام آجاتے ہیں۔

(الجامع اللطیف فی فضل مکۃ واھلھا وبناء البیت الشریف : ۲۰۱)

مولد پاک اُن مقامات میں سے ہے جہاں دُعائیں قبول ہوتی ہیں!

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئیے کہ ہمارے تمام اسلاف نے تصریح کی ہے کہ مولد پاک ان مقدس مقامات میں سے ہے جن کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مفتی مکہ شیخ عبدالکریم القطبی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

ویستجاب الدعاء فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو موضع مشھور بشعب بنی ھاشم۔

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ مقام محلہ بنی ہاشم میں مشہور و معروف ہے۔

(اعلام العلماء : ۱۵۴)

میلاد کی خوشی میں کھانا کھلانا

اہلِ مکہ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ کی ولادت کی خوشی میں کھانا تقسیم کرتے تھے۔ دوست احباب کی دعوت کرتے، فقراء و مساکین کی خدمت کرتے۔ خصوصاً حرم شریف کے خدام کی خدمت کرتے۔ ہم یہاں عام لوگوں کے عمل کے بجائے قاضی مکہ امام محمد بن محی الدین الطبریؒ کا معمول ذکر کرتے ہیں:

مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ (۷۲۸ھ) میں "ذکر قاضی مکہ و خطیبھا" کے تحت لکھتے ہیں:

قاضی مكة العالم الصالح العابد نجم الدين محمد بن الامام العالم محى الدين الطبرى وهو فاضل كثير الصدقات والمشاهدة للكعبة الشريفة يطعم الطعام الكثير فى المواسم المعظمة وخصوصاً فى مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم تسليماً فانه يطعم فيه شرفاء مكة وكبراها وفقراءها وخدام الحرم الشريف وجميع المجاورين

(اس وقت) مکہ کے قاضی جو کہ عالم، صالح اور عابد ہیں نجم الدین محمد بن الامام محی الدین الطبری وہ بہت زیادہ صدقہ کرنے والے اور کعبہ شریفہ کا کثرت سے طواف کرنے والے ہیں۔ حج کے مہینوں میں بہت زیادہ کھانا کھلانے والے ہیں اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر وہ مکہ کے شرفاء، معززین، فقراء اور حرم شریف کے خدام اور مجاورین کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(رحلۃ ابن بطوطہ: ۱/۹۲)

میلاد پاک کی خوشی میں اہلِ حرمین کا جلوس

اہلِ حرمین میلاد پاک کی خوشی میں مختلف محافل کے ساتھ چراغاں کرتے اور جلوس نکالتے تھے جس میں علماء، مشائخ اور شہر کی تمام معزز شخصیات کے علاوہ حاکم وقت بھی شرکت کرتے اور صرف اہلِ مکہ ہی اس میں شریک نہ ہوتے بلکہ دور دراز دیہاتوں سے لوگ آتے حتی کہ جدّہ شہر سے لوگ جلوس میں شرکت کرنے کے لیے آتے تھے۔ اس میں بعض لوگوں کے ہاتھوں میں فانوس ہوتے، بعض کے ہاتھوں میں جھنڈے ہوتے۔ یہ جلوس مسجد حرام سے شروع ہوتا اور سڑکوں اور شاہراہوں سے گزرتا ہوا محلہ بنی ہاشم میں مولد پاک پہ جاتا وہاں جلسہ عام ہوتا اور پھر وہاں سے یہ جلوس مسجد حرام آتا جہاں بادشاہِ وقت علماء و مشائخ کی دستار بندی کرتا۔ آخر میں دعا ہوتی اور بعد ازاں لوگ اپنے گھروں کو رخصت ہوتے۔

اس جلوس کی روداد درج ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو!

شیخ قطب الدین الحنفی بارہ ربیع الاول کو اہل مکہ کا معمول لکھتے ہیں:

یزار مولد النبی صلی اللہ	۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ
علیہ و آلہ وسلم المکانی فی	مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا
اللیلۃ الثانیۃ عشر من	تھا تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر
ربیع الاول فی کل عام فیجتمع	اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی
الفقھاء و الاعیان علی نظام	نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے
المسجد الحرام و القضاۃ الاربعۃ	ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے
بمکۃ الشریفۃ بعد صلوٰۃ	گزرتے ہوئے مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
المغرب بالشموع الکثیرۃ	(وہ مکان جس میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ

والمفرعات والفوانيس و
المشاعل وجميع المشائخ
مع طوائفهم بالاعلام الكثيرة
ويخرجون من المسجد
الى سوق الليل ويمشون فيه
الى محل مولد الشريف بازدحام
ويخطب فيه شخص ويدعو
للسلطنة الشريفة ثم يعودون
الى المسجد الحرام ويجلسون
صفوفاً فى وسط المسجد من
جهة الباب الشريف والقضاة
ويدعو للسلطان ويلبسه الناظر
خلعة ويلبس شيخ الفراشين
خلعة ثم يؤذن للعشاء ويصلى
الناس على عادتهم ثم يمشى
الفقهاء مع ناظر الحرام الى
الباب الذى يخرج منه من المسجد

ثم يتفرقون ، وهذا من اعظم مراكب ناظر الحرم الشريف بمكة المشرفه ويأتى الناس من البدو والحضر واهل جدة وسكان الاوديه فى تلك الليلة ويفرحون بها ۔ (الاعلام باعلام بيت الله الحرام، ۱۹۶)

وسلم کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لیے
جاتے۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد
میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں۔
(گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا) ۔ وہاں
لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی
پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے
تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہوتی پھر تمام
لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے ۔
واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت
دستار بندی کرتا ؛ پھر عشاء کی اذان
اور جماعت ہوتی۔ اس کے بعد لوگ
اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ یہ
اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز
دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ
بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار
کرتے تھے۔

جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ رقمطراز ہیں

جرت العادة بمكة ليلة الثاني
عشر من ربيع الاوّل كل عام
ان قاضى مكة الشافعى يتهيأ
لزيارة هذا المحل الشريف
بعد صلاة المغرب فى جمع
عظيم منهم الثلاثة القضاة
واكثر الاعيان من الفقهاء
والفضلاء ذوى البيوت
بفوانيس كثيرة وشموع
عظيمة وازدحام عظيم
ويدعى فيه للسلطان ولامير
مكة وللقاضى الشافعى بعد
تقدم خطبة مناسبة للمقام
ثم يعود منه الى المسجد الحرام
قبيل العشاء ويجلس خلف
مقام الخليل عليه السلام
بازاء قبة الفراشين ويدعو
الداعى لمن ذكر انفا بحضور
القضاة واكثر الفقهاء ثم

ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاول کی رات
کو (اہل مکہ کا) یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ
شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے
ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت
کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں
مذاہب فقہ کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور
اہل شہر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں
فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔
وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر
خطبہ ہوتا ہے۔ اور پھر بادشاہِ وقت
امیر مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے
کی وجہ سے) کے لیے دعا کی جاتی ہے۔
اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا
ہے۔ اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجدِ
حرام میں آجاتے ہیں، مقام ابراہیم
علیہ السلام پر اکٹھے ہو کر دعا کرتے ہیں۔
اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک
ہوتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی
ہے۔ اور پھر الوداع ہو جاتے ہیں۔

يصلون العشاء وينصرفون۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ
ولم اقف علی اول من سن ذلك یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور
وسألت مورخی العصر فلم اجد بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے
عندهم علماً بذلك۔ کے باوجود اس کا علم نہیں ہو سکا۔

(الجامع اللطیف فی فضل مکۃ واهلها وبناء البیت الشریف بحوالہ القول الفصل، ۱۴۵، ۱۴۶)

توپوں کی سلامی

۱۹۱۷ء کو مکۃ المکرمہ میں یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر اہلِ مکہ نے جو جشن منایا محافل کیں اور جلوس نکالا اس کی روداد مکہ معظمہ کے اخبار القبلہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوئی:

"گیارھویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے درودیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جبکہ حرم شریف کے مؤذن نے نمازِ عصر کے لیے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے مصلّےٰ حنفی پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسبِ دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارکباد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکانِ سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیانِ شہر بھی شامل تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے ——

یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبی ؐ کی طرف روانہ ہوا۔ قصرِ سلطنت سے مولد النبی تک راستے میں دورویہ اعلیٰ درجہ کی روشنی

کا انتظام تھا۔ اور خاص کر مولد النبیؐ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشکِ جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔ اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرتِ احمدیہ بیان کی۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی ——— آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین نہایت محظوظ ہوئے۔

عید میلاد کی خوشی میں تمام دفاتر، کچہریاں اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لیے بند کر دیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے۔ آمین!

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!"

دو بجے رات تک نعت خوانی

اسی تمام کارروائی کو ماہنامہ "طریقت" لاہور جنوری ۱۹۱۷ء نے ان الفاظ میں شائع کیا:

"روزِ پیدائش آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کو یومِ ولادتِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اس روز جلیبیاں بکثرت بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلّی کے پیچھے مکلف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف مکہ اور کمانڈرِ حجاز مع اسٹاف کے، لباسِ فاخرہ زرق برق پہنے ہوئے آکر موجود ہوتے ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت پر جا کر تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی

ہیں۔ جائے ولادت اس روز بقعۂ نور بنی ہوتی ہے۔ جاتے وقت ان کے آگے مولود خواں نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

۱۱ ربیع الاول بعد از نماز عشاء حرم محترم میں محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں۔ اور اس رات مولدالنبی پر مختلف جماعتیں جاکر نعت خوانی کرتی ہیں ـــــ ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے ترکی توپخانہ سر کرتا ہے۔ ان دنوں میں اہل مکہ بہت جشن کرتے نعت پڑھتے اور کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔"

اہلِ مکہ کا یوم میلاد پر عید سے بھی بڑھ کر اہتمام

امام سخاوی اہل مکہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ یوم میلاد کے موقعہ پر عید سے بڑھ کر اہتمام کرتے ہیں اور تمام کے تمام مولد پاک کی زیارت کے لیے جاتے ہیں:

واما اهل مكة فيتوجهون	اہل مکہ آپ کے مولد پاک جو تواتر کیساتھ
الى المكان المتواتر بين	ثابت ہے کہ سوق اللیل میں واقع ہے
الناس انه محل مولده و	کی زیارت کے لیے اس امید پر جاتے
هو فى سوق الليل رجاء	ہیں کہ ان کے مقاصد حاصل ہوتے
بلوغ كل منهم بذالك لمقصده	اور وہ عید کے دن سے بڑھ کر
و يزيد اهتمامهم به على	یوم میلاد کا اہتمام کرتے ہیں اور
يوم العيد حتى قل ان	اس دن مولد کی زیارت کے لیے ہر
يتخلف عنه احد من صالح	کوئی آتا ہے۔ خواہ وہ صالح ہے

وطالح ومقل وسعید ۔ یا طالح خواہ سعید ہے یا غیر سعید۔

(المولد الروی، ۲۸)

اہل مدینہ کے معمولات

اب تک آپ نے اہل مکہ کے معمولات ملاحظہ کیے اب اہل مدینہ کے معمولات ملاحظہ کیجئے۔

شیخ المحدثین حضرت ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ یوم میلاد پر مسلمانانِ عرب و عجم کے معمولات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولاهل المدينة كثرهم الله تعالى به احتفال وعلى فعله اقبال (المورد الروی، ۲۹)

اہل مدینہ (اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقی عطا فرمائے) اس موقعہ پر خوب محافل سجاتے ہیں۔ اور ان میں ذوق و شوق کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔

کاش میں ربیع الاوّل کے ہر دن محفل سجاتا

آگے اسلاف کے معمولات ذکر کرتے ہوئے اس وقت کے عظیم مقتداء و پیشوا شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرحمٰن کے بارے میں لکھتے ہیں:

لما كان فى المدينة المنورة على ساكنها افضل الصلاة واكمل التحية كان يعمل فى المولد النبوى ويطعم الناس و يقول لو تمكنت عملت بطول الشهر كل يوم مولدا۔

جب وہ مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلاۃ میں اسلام میں تھے تو وہ حضورؐ کا میلاد مناتے، لوگوں کو کھانا کھلاتے اور کہتے کاش مجھے اور قدرت ہو تو میں اس ماہ کے ہر دن ایسا اہتمام کروں۔

ملّا علی قاری کا اپنا عمل

حضرت ملا علی قاری ان بزرگوں کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے مالی وسائل ایسے نہیں کہ میں اس موقعہ پہ لوگوں کی مہمان نوازی کر سکوں مگر میں میلاد کے موضوع پہ یہ کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ لوگ رہتی دنیا تک اس سے سیراب ہوتے رہیں۔

قلت وانا لما عجزت عن	میں (علی قاری) کہتا ہوں جب فقیر
القیافة الصوریة کتبت	صورۃً مہمان نوازی سے عاجز ہے تو
ہذہ الاوراق لتصیر	میں نے معنوی نورانی مہمان نوازی
ضیافة معنویة نوریه	کے لیے یہ کتاب لکھ دی تاکہ روئے
مستمرة علی صفحات الدھر	زمین پر یہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے
غیر مختصة بالسنة و	سیراب ہوں اور میں نے اس کا نام
الشھر وسمیتہ بالمورد	"میلاد نبوی پیاسے کے لیے سیرابی
الروی فی المولد النبوی۔	کا ذریعہ" رکھا ہے۔

(المورد الروی، ۳۲)

مدینہ منورہ میں محفلِ میلاد مسجدِ نبوی میں منعقد ہوتی

مفتی عنایت احمد کاکوروی اہلِ حرمین کے معمول کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف نبوی میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بر مکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔" (تاریخ حبیب الٰہ: ۱۵)

لے المورد الروی از ملا علی قاری، مولد رسول اللہ از حافظ ابن کثیر اور مولد النبی از حافظ ابن حجر مرکز تحقیقات اسلامیہ ۵-۲۰ شادمان لاہور سے شائع ہو گئی ہیں۔

۱۲۸۷ھ میں مسجد نبوی میں منعقدہ ایک محفل میلاد کی روداد

مولانا عبدالحق الہ آبادی اپنی کتاب "الدر المنظم" میں لکھتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ و مرشد عمدۃ المفسرین و زبدۃ المحدثین شاہ عبد الغنی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ کو دیکھا:

کہ در محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ در مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بتاریخ دوازدہم ماہ ربیع الاول روز یک شنبہ ۱۲۸۷ھ در مسجد نبوی شدہ بود تشریف آورد شریک این محفل شریف شدند و ذکر مولد شریف کہ در صحن مسجد شریف بر منبر کدامی از ائمہ یکے بعد دیگرے متوجہ بطرف روضہ شریفہ شدہ میخواندند استماع میفرمود و بوقت قیام ذکر ولادت شریف قیام میفرمودند و حال و کیفیات برکات این محفل شریف کہ ظہور شدہ بود خارج از حیطہ تقریر و تحریر است۔

کہ حضور کے میلاد کی خوشی میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۷ ہجری کو مسجد نبوی شریف میں جو محفل منعقد ہوئی اس میں شریک ہوئے۔ یہ محفل صحن مسجد میں سجی تھی اس میں مختلف علماء جو منبر پر روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے، نے سرور عالم کے میلاد کے بارے میں بیان کیا۔ ولادت کے ذکر وقت قیام بھی ہوا۔ اس مبارک محفل کے کیفیات و احوال اور جو برکات ظہور پذیر ہوئیں ان کا بیان تقریر و تحریر کے احاطہ میں نہیں آسکتا۔

(الدر المنظم، ۱۱۳)

کیا محفلِ میلاد

بدعت

ہے

؟

کیا محفل میلاد بدعت ہے؟

سابقہ گفتگو میں تفصیلاً گذرا ہے کہ محفل میلاد، ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول کا نام ہے۔ جو اسلام کی تعلیمات کی بنیاد، خلاصہ اور ثمر ہے۔ اس کا حصہ بننے والے ہر ہر عمل کا تذکرہ کتاب و سنت کی نصوص میں موجود ہے۔ اس کے بعد اسے بدعت یا اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دینا سخت زیادتی بلکہ اسلام پر تہمت لگانا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ اسے بدعت کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اس لیے اس پر گفتگو کرنا نہایت ضروری ہے۔ سب سے پہلے ہم بدعت کا مفہوم واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس مفہوم کے مطابق پرکھ سکیں کہ محفل میلاد بدعت ہے یا نہیں ــــــ؟

بدعت کا لغوی معنیٰ

لغۃً بدعت کا معنیٰ، نئی بات، نیا دستور یا رسم و رواج، نیا کام یا نئی چیز ہے۔
امام نووی بدعت کا لغوی معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

کل شئ عمل علی غیر مثال سبق۔ (شرح مسلم للنووی، ۱: ۲۸۵)

ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر ہو

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

البدعۃ اصلہا ما احدث علی غیر مثال سابق۔

بدعت لغۃً اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال کے ایجاد کی گئی ہو۔

(فتح الباری، ۴: ۲۱۹)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ان الفاظ میں بیان ہوتی ہے:

بدیع السمٰوٰت والارض واذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ۔	وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا فرمانے والا ہے اور جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ "کن" کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔

یہاں لفظ بدعت لغوی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ آسمان اور زمین کو پیدا فرما دیا ۔

دوسرے مقام پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے ۔

قل ما کنت بدعًا من الرسل	فرما دیجئے میں نیا رسول نہیں ہوں ۔

یعنی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہوں ۔ میری تعلیمات وہی ہیں جو سابقہ رسلانِ کرام کی تھیں ۔

ایک اہم نکتہ

تمام اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب و سنّت نے جس بدعت سے منع کیا ہے وہ بدعت لغوی نہیں بلکہ بدعت شرعی ہے کیونکہ کتاب وسنت میں جب کوئی بھی لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہاں اس کا لغوی معنی نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہوتا ہے ۔ مثلاً صلوٰۃ کے لغت میں متعدد معانی ہیں : دعا ، آگ جلانا وغیرہ ۔ مگر اس کا شرعی مفہوم ارکانِ مخصوصہ کی ادائیگی ہے ۔ اسی طرح لفظ حج کا معنی قصد وارادہ کے ہیں ۔ مگر مراد اوقاتِ مخصوصہ میں مقاماتِ مخصوصہ پر ارکان مخصوصہ کا ادا کرنا ہے ۔ ایسے ہی جب لفظ بدعت اسلام نے استعمال کیا تو اس کا ایک مخصوص معنی ومفہوم ہوگا ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کا شرعی معنی بیان کریں ۔

بدعت کا شرعی مفہوم

دین میں ہر وہ زیادتی یا کمی جس کا ثبوت شریعت سے نہ قولاً وفعلاً اور نہ صراحۃً واشارۃً ہو اگر کسی عقیدہ وعمل پہ شرعی دلیل موجود ہے تو وہ ہرگز بدعت قرار نہیں پائے گا۔

احادیث سے ثبوت

اس معنی کا تعین خود رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سن فی الاسلام سنۃ	جو بھی شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ
حسنۃ فعمل بہا بعدہ کتب	جاری کریگا اور بعد میں جتنے لوگ اس
مثل اجر من عمل بہا ولا	پر عمل پیرا ہوں گے ان سب کا ثواب
ینقص من اجورھم شئی	اسے بھی ملے گا اور عاملین کے ثواب
ومن سن فی الاسلام سنۃ	میں کمی بھی نہ ہو گی اور جو شخص اسلام
سیئۃ فعمل بہا بعدہ کتب	میں برا کام جاری کرے گا اس پر جو جو
علیہ مثل وزر من عمل	بعد میں عمل کرے گا اس کا گناہ بھی اسے
بہا ولا ینقص من اوزارھم	ملے گا اور ان کے گناہ میں بھی کمی نہ
شئی۔ (مسلم، ۱: ۳۴۱)	ہو گی۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

من دعا الی ھدًی کان لہ من	جس نے کسی ہدایت وخیر کی طرف بلایا

الاجر مثل اجور من تبعه	اس پر چلنے والوں کا اس کو جر ملے گا
لا ینقص ذٰلک من اجورهم	اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہو گی اور
شیئا ومن دعا الی ضلالة	جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا اس پر
کان علیه من الاثم مثل	چلنے والوں کا گناہ اسے ہو گا اور ان
اثام من تبعه لا ینقص	کے گناہ میں بھی کمی نہ کی جائے گی ۔
ذٰلک من اثامهم شیئا ۔ (المسلم، ۱: ۳۴۱)	

ان احادیث مبارکہ کے الفاظ یہ اصول دے رہے ہیں جو کام روح اور فکر شریعت کے منافی نہ ہو وہ خیر ہے اور اسے جاری کرنا اور اس پر عمل کرنا خیر ہی خیر ہے اور جو کام روح شریعت کے منافی ہو اسے جاری کرنا اور اس پر عمل کرنا سراپا عذاب و وبال ہے ۔

امام شامی نے ان احادیث کے تحت فرمایا :

قال العلماء هذه احادیث	اہل علم نے فرمایا کہ ان احادیث میں اسلام
من قواعد الاسلام وهو	کا بنیادی قاعدہ بیان ہوا ہے اور وہ یہ
ان کل من ابتدع شیئا من	ہے کہ ہر وہ شخص جو برائی ایجاد کرتا ہے
الشر کان علیه مثل وزر	اس برائی کا ارتکاب کرنیوالے کا
من اقتدی به فی ذٰلک	گناہ اس پر ہو گا اور ہر وہ شخص جس
وکل من ابتدع شیئا من	نے خیر کا کام ایجاد کیا اس پر چلنے والوں
الخیر کان له مثل اجر کل	کا اجر قیامت تک اسے بھی ملے گا ۔
من یعمل الی یوم القیامة.	

(مقدمہ فتاوے شامی)

الغرض جو کام اصول و قواعد شریعت کے تحت ہے وہ جائز اور جو کام شریعت

کے ضوابط و قواعد سے ٹکرا جائے وہ ناجائز ہوگا۔ بدعت کا یہی شرعی معنی آج تک اسلاف کرتے آئے ہیں۔ چند عبارات ملاحظہ کیجیے۔

اسلافِ امت اور بدعت کا مفہوم

۱۔ شیخ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

المراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له فی الشریعة یدل علیه واما ما کان له اصل من الشرع یدل علیه فلیس ببدعة شرعاً و ان کان بدعة لغةً۔

بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس پہ دلیل شرعی دال ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغۃً بدعت ہوگا۔

(جامع العلوم والحکم، ۲۵۲)

امام بدرالدین عینی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "شر الامور محدثاتها" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ محدثہ کی جمع ہے۔

المراد به ما احدث ولیس له اصل فی الشرع وسمی فی عرف الشرع بدعة و ما کان له اصل یدل علیه الشرع فلیس ببدعة۔

ہر وہ نیا معاملہ محدث ہوتا ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں نہ ہو۔ شریعت میں اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ اور جس کی اصل شریعت میں ہو وہ کام بدعت نہیں ہو سکتا۔

(عمدة القاری)

حافظ ابن حجر خلاصہ گفتگو کے طور پر فرماتے ہیں:

والتحقيق انها ان كانت مما تندرج تحت مستحسن فى الشرع فهى حسنة وان كانت مما تندرج تحت مستقبح فى الشرع فهى مستقبحة۔ (فتح البارى، ۴: ۲۱۹)	تحقیق یہ ہے کہ اگر نیا کام شریعت کی کسی پسند کے تحت داخل ہے تو وہ اچھا ہے اور اگر وہ شریعت کی ناپسندیدگی کے تحت آتا ہے تو وہ غیر پسندیدہ ہوگا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ "بدعت مذمومہ" کی تعریف یوں کرتے ہیں:

هو المحدث فى الدين من غير ان يكون فى عهد الصحابة والتابعين ولا دل عليه الدليل الشرعى۔ (شرح مقاصد فى علم الكلام، ۲: ۲۷۱)	ہر وہ نئی ایجاد بدعت ہوگی جو عہد صحابہ اور تابعین میں نہ ہو اور نہ ہی اس پہ کوئی شرعی دلیل دال ہو۔

مولانا عبد الحئ لکھنوی لکھتے ہیں ہر نئے کام کو قرون اولیٰ یا شرعی اصولوں پر پیش کیا جائے گا:

اما الحادث بعد الازمنة الثلثة فيعرض على ادلة الشرع فان وجد نظيره فى العهود الثلثة او دخل فى قاعدة من قواعد الشرع لم يكن بدعة لانها عبارة عما لا يوجد فى القرون	تین زمانوں کے بعد ہر نئے کام کو شرعی دلائل پہ پیش کیا جائے گا اگر اس کی کوئی نظیر ان تین زمانوں میں ہوئی یا وہ کسی شرعی دلیل کے تحت ہوا تو وہ بدعت نہ ہوگا۔ کیونکہ بدعت اسے کہتے ہیں جو تین زمانوں میں نہ ہوا اور نہ ہی وہ کسی شرعی دلیل کے

الثلثة وليس له اصل من تحت ہو۔

اصول الشرع۔ (اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ، ۶)

مولانا محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی بدعتِ حسنۃ اور بدعتِ سیئہ کے تحت لکھتے ہیں:

" بدعت کی دو قسمیں ہیں ــ لغوی بدعت اور شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر اس نو ایجاد کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئی ہو۔ عام اس سے کہ وہ عبادت ہو یا عادت اور اس کی پانچ قسمیں ہیں: واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح ــ اور شرعی بدعت وہ ہے جو قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً، فعلاً، صراحۃً اور اشارۃً کسی طرح بھی شارع کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعتِ ضلالۃ اور بدعتِ قبیحہ اور بدعتِ سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

ان البدعۃ علی قسمین بدعۃ لغویۃ وبدعۃ شرعیۃ فالاول ھو المحدث مطلقاً عادۃً کانت او عبادۃ وھی التی یقسمونھا الی الاقسام الخمسۃ والثانی وھو ما زید علی ما شرع من حیث الطاعۃ لبعد القراض

بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک لغوی بدعت دوسری شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر نو ایجاد کا نام ہے جو عادت اور ایسی بدعت کی پانچ قسمیں کی جاتی ہیں اور دوسری وہ بدعت ہے جو طاعت کی حد میں کسی مشروع امر پر زیادت (یا کمی) کی جائے مگر ہو قرونِ ثلاثہ کے ختم ہونے کے

الازمنه الثلاثة لغیر اذن	بعد اور زیادتی شارع کے اذن سے
من الشارع لا قولاً ولا فعلاً	نہ ہو۔ نہ اس پر شارع کا قول موجود
ولا صریحاً ولا اشارةً وھی	ہو اور نہ فعل نہ صراحت اور نہ اشارہ
المراد بالبدعة المحکوم علیھا	اور بدعت ضلالۃ سے یہی مراد ہے
بالضلالة (راہ سنت ، ۹۹)	

اب تک ہم نے بدعت پر جو گفتگو کی ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر وہ نیا کام جو شریعت کے اصولوں کے تحت ہو وہ جائز اور جس کام پر شریعت قولاً ، فعلاً ، صراحۃً یا اشارۃً دال نہ ہو وہ غلط اور ناجائز ہوتا ہے ۔

بدعت کی جاہلانہ تعریف

بعض لوگ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جو صحابہ کرام نے نہیں کیا وہ بدعت ہو گا ۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شریعت کے تحت ہے یا نہیں ۔ اگرچہ سابقہ تمام تعریفات سے اس تعریف کا باطل و غلط ہونا واضح ہو چکا ہے مگر اس پر ہم اسلاف کی تصریحات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس میں انہوں نے ایسی تعریف کرنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے ۔ علامہ تفتازانی بدعت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ومن الجھلة من یجعل	وہ لوگ جاہل ہیں جو ہر اس کام کو بدعت
کل امر لم یکن فی زمن	مذمومہ قرار دے دیتے ہیں جو صحابہ
الصحابة بدعة مذمومة	کے دور میں نہ ہو اگرچہ اس کی قباحت
وان لم یقم دلیل علی قبحه	پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو اور ان کا
تمسکاً بقوله علیه السلام	استدلال حضور علیہ السلام کے
ایاکم ومحدثات الامور	اس ارشاد گرامی سے ہے کہ محدثات

ولا يعلمون ان المراد بذلك هو ان يجعل فی الدين ما ليس منه (شرح المقاصد ۲: ۲۷۱)

سے بچو حالانکہ وہ جانتے نہیں کہ اس سے مراد کسی ایسی شی کو دین میں داخل کرنا ہے جو دین سے نہ تھی

مولانا عبدالحئی لکھنوی اس تعریف کرنے والوں پر اور بدعتِ حسنہ کے نام پر ہر شی کو دین میں شامل کرنے پر یوں رونا روتے ہیں۔

وما اشنع صنيع علماء زماننا حيث افترقوا فرقتين ففرقة حصر السنة على ما وجد فی العهود الثلثة وجعل ما حدث بعدها بدعة ضلالة ولم ينظر الى دخوله فی اصول الشرع بل منهم من حصرها على ما وجد فی الزمان النبوی وجوز كون محدث الصحابة بدعة ضلالة وفرقة اعتمد على ما نقل عن ابائهم و اجدادهم ومارتكبه مشائخهم وادخل كثيرا من البدع السيئة فی البدع الحسنة اعتمادا عليهم وان لم يكن له اصل من اصول الشرع.

ہمارے دور کے علماء کا یہ وطیرہ نہایت ہی غلط ہے کہ ان میں دو فرقے ہیں۔ ایک نے سنت کو صرف انہی معاملات تک منحصر کر دیا ہے جو تین زمانوں میں ہوا اور اس کے بعد کے معاملات کو بدعت و گمراہی کہا اور یہ غور کرنے کی زحمت نہیں کی کہ یہ معاملہ اصول شرع کے تحت آتا ہے یا نہیں بلکہ اس فرقہ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو سنت کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات تک ہی محدود رکھتے ہیں اور صحابہ کے ایجاد کردہ طریقوں کو بھی وہ بدعت گردانتے ہیں اور دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے کہ وہ جو کچھ اپنے آباء واجداد سے منقول پاتے ہیں ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اور اس طرح کئی بدعاتِ

(اقامۃ الحجۃ، ۷) سئیہ کو بدعات حسنہ میں شامل کر لیتے ہیں اگرچہ کوئی دلیل شرعی اس پر دال نہ ہو۔

کیا ذکرِ رسولؐ شریعت کے اصولوں کے خلاف و منافی ہے؟

آپ گذشتہ مباحث سے جان چکے ہیں کہ محفلِ میلاد ذکرِ رسولؐ سے عبارت ہے۔ اب ہم مخالفین سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا ذکرِ رسولؐ شرعی اصولوں کے خلاف و منافی ہے یا یہ شریعت کی بنیاد ہے؟ کیا ذکرِ رسولؐ کے لیے شریعت میں قولاً، فعلاً، صراحتہً یا اشارۃً کوئی حکم نہیں ملتا؟ جس ذاتِ اقدس کے ذکر کو خود اللہ تعالیٰ اپنا وظیفہ بنائے اس کے ذکر کو سب سے بلند فرمائے اس پر کسی شرعی دلیل کا نہ ملنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا صحابہ، تابعین کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں؟ کیا قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالك فلیفرحوا قرآنی نص نہیں؟ کیا واما بنعمۃ ربك فحدث کا حکم امتیوں کے لیے نہیں؟ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا کی اطلاع کس کے لیے ہے؟ کیا آپؐ نے بروزِ پیر روزہ رکھ کر ہمیں کوئی تعلیم نہیں دی؟

کیا احسان کا بدلہ یہی ہے کہ اس ذات کے ذکر پر کوئی شرعی دلیل دکھائی ہی نہ دے۔؟ کیا تحدیثِ نعمت یہی ہے کہ اس کے ذکر کی محفل کو ہی بدعت قرار دیا جائے۔ ہر امتی پر لازم ہے کہ غور کرے کہیں ضد میں آکر وہ قرآن و سنت کے خلاف تو نہیں کر رہا۔

بدعت کا معنیٰ واضح کرنے والوں کی رائے

جن لوگوں نے معنی بدعت متعین کیا اور ہم نے ان کے ذریعے ہی سمجھا ...

ملاحظہ کیجئے کہ ان کی محفلِ میلاد کے بارے میں کیا رائے ہے؟۔ یاد رہے کہ ان کی یہ رائے ہیئت مخصوصہ (جلوس، کھانا وغیرہ پکانا) کے ساتھ محفلِ میلاد منعقد کرنے کے بارے میں ہے ورنہ ذکرِ رسول تو اسلام کی بنیاد ہے۔

امام حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن شہاب الدین ابو شامہ مقدسی شافعی المتوفی ۶۶۵ (جو مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے) نے بدعت کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الباعث علی انکار البدع والحوادث" ہے جس میں انہوں نے بدعت کی نشاندہی کرتے ہوتے واضح کر دیا ہے کہ محفلِ میلاد ہرگز ہرگز بدعت نہیں۔ اگر اسے بدعت کہنا ہی ہے تو بدعتِ حسنہ کہا جائے۔ ان کی عبارت مع ترجمہ درج ذیل ہے:

ومن احسن البدع ما ابتدع فی زماننا هذا من هذا القبیل ما کان یفعل بمدینة اربل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولد النبی صلی الله علیه وسلم من الصدقات والمعروف واظهار الزینة والسرور فان ذلك مع ما فیه من الاحسان الی الفقراء یشعر بمحبة النبی صلی الله علیه وسلم وتعظیمه واجلاله	ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات، اظہارِ زینت اور خوشی کیجاتی ہے یہ بدعتِ حسنہ کے زمرے میں شامل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے فقراء کی خدمت کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، جلال اور تعظیم کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمۃ للعالمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔

فی قلب فاعله وشکر الله تعالیٰ علی ما من به من ایجاد رسوله الذی هو رحمة للعالمین صلی الله علیه وسلم.

(الباعث علی انکار البدع والحوادث صد ۱۳)

امام جلال الدین سیوطی شرح سنن ابن ماجہ میں فرماتے ہیں:

الصواب انه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنكرات شرعًا.	درست یہ ہے کہ محافل میلاد بدعت حسنہ مستحبہ میں سے ہے بشرطیکہ وہ ممنوعات شرعیہ سے خالی ہوں۔

(سبل الہدیٰ، ۱: ۴۴۵)

امام ظہیر الدین جعفر مصری لکھتے ہیں:

وهی بدعة حسنة اذا قصد بها جمع الصالحين والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم واطعام الطعام للفقراء والمساكين	محفل میلاد بدعت حسنہ ہے جب اس سے مقصد صالحین کا جمع کرنا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود وسلام اور فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا ہو۔

(سبل الہدیٰ، ۱: ۴۴۲)

پیچھے بھی مقتدر ائمہ کے حوالہ جات گزر چکے ہیں جب آٹھ سو سال پہلے ائمہ نے تحقیق کے بعد فرما دیا کہ یہ عمل خیر ہے۔ اسے گمراہی کہنا سراسر زیادتی ہے تو اس کے بعد مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

رہا یہ معاملہ کہ بعض اہل علم نے اسے بدعت مذمومہ کہا ہے تو آپ ان کی تصانیف کا مطالعہ کریں۔ انہوں نے محفل میلاد کو ہرگز برا نہیں کہا بلکہ جو غیر شرعی حرکات بعض جہلاء کی طرف سے اس میں شامل کردی جاتی ہیں، اُن کو انہوں نے بُرا کہا ہے اور ایسا کہنا بالکل بجا اور ضروری ہے۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں —— افسوس صد افسوس اس دور کے علماء نے نفس ذکرِ ولادت کو بھی بدعت قرار دے دیا۔

مخالفین امام ابن الحاج کو پڑھ لیں انہوں نے خرافات کا رد کیا ہے مگر یوم ولادت اور ماہِ ربیع الاول کی تعظیم کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اشار علیه الصلوٰۃ والسلام الی فضیلۃ ھذا الشھر العظیم بقوله علیه الصلوٰۃ والسلام للسائل الذی سأله عن صوم الاثنین فقال له علیه الصلوٰۃ والسلام ذلک یوم ولدت فیه فتشریف ھذا الیوم متضمن لتشریف ھذا الشھر الذی ولد فیه فینبغی ان نحترمه حق الاحترام۔

—— قد علم ان الامکنة والازمنة لا تتشرف لذاتها وانما یحصل لها التشریف بما خصت به من المعانی فانظر رحمنا اللّٰہ و ایاک الی ما خص اللّٰہ تعالیٰ به ھذا الشھر الشریف ویوم الاثنین ۔

(المدخل، ۲: ۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس دن میری ولادت ہوئی۔ اس فرمان کے ذریعے آپ نے اس ماہ کا مقدس ہونا بیان فرمایا کیونکہ یوم ولادت اس کی فضیلت کو متضمن ہے۔ جس میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس ماہ کا خوب احترام کریں۔

—— اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جگہ اور وقت کی ذاتی فضیلت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ان کے اندر حاصل ہونے والے معانی و واقعات کی وجہ سے فضیلت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اے قاری! ذرا غور تو کر اس ماہ اور سوموار کو کیا فضیلت حاصل ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور کی ولادت کے لیے مخصوص فرمایا۔

یومِ میلادُالنبیؐ

اہلِ اسلام

کے لیے

یقیناً عید سے

بڑھ کر ہے!

س: عید میلاد النبی کے لیے لفظ "عید" کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحی۔ اگر عید ہے تو نماز کیوں نہیں؟

ج: اب ہم اس سوال کے جواب کیطرف آتے ہیں کہ اسے عید کا دن سمجھنا منع ہے۔ یہ بات بھی صراحۃً قرآن وسنت کے منافی ہے۔ خود قرآن وسنت میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی عید کا اطلاق موجود ہے کیونکہ عید کا معنیٰ خوشی کا دن ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے آپ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر کونسی عید (خوشی) ہو سکتی ہے؟ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا وآخرنا وایۃً منک وارزقنا وانت خیر الرازقین۔	اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان نازل فرما تاکہ وہ ہمارے لیے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے نشانی بنے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

امام فخر الدین رازی آیت مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ای نتخذ الیوم الذی تنزل فیہ المائدۃ عیداً نعظمہ نحن ومن یاتی بعدنا ونزلت یوم الاحد فاتخذ النصاریٰ عیداً۔	اے اللہ جس دن تو خوان نازل فرمائے گا اس دن کو ہم عید کا دن بنائیں گے۔ اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں گے اور ہمارے بعد آنے والے بھی وہ خوان اتوار کو نازل ہوا: چنانچہ نصاریٰ نے اس دن کو اپنی عید کا دن قرار دے دیا۔

اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن کو اپنی تمام قوم کے لیے عید قرار دے رہے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت خوان کی صورت میں نازل ہوگی۔ آپ تصوّر کیجئے اس دن کے بارے میں جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رحمۃ للعالمین اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے وہ دن اگر عید کا نہیں تو کونسا دن عید کا ہوگا؛ جبکہ باقی عیدیں اسی دن کے صدقے نصیب ہوتی ہیں ۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاوّل!
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اگر کوئی یہ کہکر بات ٹالنے کی کوشش کرے کہ یہ سابقہ امت کی بات ہے۔ جو ہمارے لیے قابلِ قبول نہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی جہالت پہ مبنی ہوگی۔ کیونکہ سابقہ امتوں کی وہ بات جو بغیر تردید کے اسلام نے بیان کی وہ ہمارے لیے حجت ہے۔ پھر بھی ہم یہاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا تذکرہ کیئے دیتے ہیں تاکہ کسی حیلے کی گنجائش ہی نہ رہے۔

یوم الجمعہ کو نبی اکرمؐ نے عید قرار دیا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

یوم الجمعة عید فلا تجعلوا عید کم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبله او بعده۔ (المستدرک ۱: ۶۰۳)	جمعہ کا دن، عید ہے۔ لہٰذا تم اس عید کے دن روزہ نہ رکھو البتہ اس صورت میں جب اس سے پہلے یا بعد روزہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے:

ایک دفعہ عید جمعہ کے روز ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا،

قد اجتمع فی یومکم ھذا عیدان (المستدرک، کتاب الجمعہ)	آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں۔

مذکورہ حدیث پر شیخ عبد القادر عطا امام ذہبی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال فی ا صحیحٌ غریب	یہ حدیث صحیح اور غریب ہے۔

حضرت ایاس بن ابی رملہ الشامی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت معاویہ رض کے پاس گیا تو ان کے پاس حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رض نے ان سے پوچھا:

ھل شھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اجتمعا فی یوم؟ قال نعم۔ قال کیف صنع؟ قال صلی العید ثم رخص فی الجمعۃ۔	کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی دو عیدوں میں حاضر ہوئے ہیں جو ایک ہی دن میں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں میں حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا آپ نے کیسے کیا تھا؟ انہوں نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا کی اور جمعہ میں رخصت عطا کی۔

امام حاکم اس روایت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

ھذا حدیث صحیح الاسناد وان لم یخرجاہ ولہ شاھد علی شرط مسلم۔ (المستدرک، کتاب الجمعہ)	یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس کی تائید میں شرائط مسلم کے مطابق شاہد بھی موجود ہے۔

امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے امام حاکم کی تائید کی ہے۔

جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں سے افضل ہے

جمعہ عید ہی نہیں بلکہ دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) سے افضل بھی ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان یوم الجمعة سیّد الایام واعظمها عند الله وهو اعظم عند الله من یوم الاضحیٰ ویوم الفطر۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الجمعہ)	جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے ہاں تمام سے عظیم ہے اور یہ اللہ کے ہاں یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر دونوں سے افضل ہے۔

جمعہ کو یہ فضیلت کیوں ہے؟

احادیث مبارکہ میں اس چیز کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جمعہ کو یہ فضیلت اس لیے ملی ہے کہ اس میں عبادت الٰہی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ باقی دنوں میں دیگر ان اشیاء کو پیدا کیا گیا جن سے انسان استفادہ کرتا ہے اور اس روز خود انسان کو پیدا کیا گیا تو نعمت وجود (جو تمام نعمتوں کی اصل ہے) پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا زیادہ اہم ہے لہٰذا اس روز کی عبادت بھی دوسرے ایام سے اولیٰ ہوگی۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضیلت جمعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و	تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام

نیه قبض۔	کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کا وصال
(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجه، دارمی)	ہوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

لای شئ سمی یوم الجمعة	جمعہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟

آپ نے فرمایا:

لان فیها طبعت طینة ابیك	اس میں تمہارے باپ آدم کا خمیر تیار
آدم وفیها الصعقة والبعثة	ہوا یعنی تخلیق ہوئی، اسی میں قیامت
وفی آخر ثلث ساعات منها	برپا ہوگی اور اسی میں دوبارہ اٹھایا
ساعة من دعا الله فیها	جائے گا اور اس میں ایک ایسی
استجیب له۔	گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا
(مشکوٰة المصابیح بحوالہ مسند احمد)	قبول فرماتا ہے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا جس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ وہ دن تمام ایام حتیٰ کہ دونوں عیدوں سے بھی افضل قرار پاگیا۔ پھر اس میں ہمیشہ ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔ ظاہر ہے وہ گھڑی وہی ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی ـــ تو آپ خود غور فرمالیں اس دن اور ساعت کا کیا عالم و مرتبہ ہوگا جس میں تمام اولین و آخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

دل افروز ساعت میں دعا کی مقبولیت کا عالم کیا ہوگا؟

امام ابن الحاج جمعہ کے بارے میں یہ بیان کر کے کہ جس گھڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اس میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ اس گھڑی میں دعا کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا جس میں اللہ کے حبیب اور فخر آدم کی تشریف آوری ہوئی

فلا شك ان من صادف الساعة التی ظهر فیها علیه الصلاة و السلام الی الوجود وهو سیأل الله تعالیٰ شیئا انه قد نجح سعیه و ظفر بمراده اذا ان المعنی الذی فضل الله تعالیٰ به تلك الساعة فی یوم الجمعة هو خلق آدم علیه الصلوٰة والسلام فما بالك بالساعة ولد فیها سید الاوّلین والاخرین۔

بلاشبہ جس نے وہ ساعت پائی جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ اپنی مراد پانے میں ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ جب وہ ساعتِ جمعہ جسے تخلیقِ آدم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی اس میں دعا مقبول ہوتی ہے تو کیا عالم ہوگا اس ساعت کا جس میں اولین و آخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

اس کے بعد یوم میلاد اور یوم جمعہ کے درمیان ایک اور نمایاں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں حضرت آدم کی تخلیق بھی ہے۔

ان یوم الجمعة فیه اهبط آدم و فیه تقوم الساعة و یوم الاثنین خیر کله و امن کله۔

(المدخل، ۲: ۳۰)

اور اسی دن آپ کو زمین پر اتارا گیا اور اسی میں قیامت برپا ہوگی مگر سوموار کا دن تو سراپا اور تمام کا تمام خیر و امن کا پیغام ہی ہے۔

یوم عرفہ عید کا دن ہے

اسلام میں عید الفطر، عید الاضحیٰ اور جمعہ کے علاوہ یوم عرفہ (نو ذوالحج جس دن حجاج میدانِ عرفات میں قیام کرتے ہیں) کو بھی عید قرار دیا گیا ہے۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ..... تو پاس بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے کہا:

لو انزلت هٰذه الاية علينا لا تخذنا يومها عيدًا۔	اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے والے دن کو عید بنا لیتے۔

آپ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا تم تو ایک عید مناتے،

فانها نزلت في يوم عيدين في يوم الجمعة ويوم العرفة۔ (الترمذی، تفسیر سورۃ المائدہ)	ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوئی تو اس دن ہماری دو عیدوں کا اجتماع تھا ایک جمعہ کا دن اور دوسرا عرفہ کا دن۔

امام خازن نے اس مقام پر حضرت ابن عباس رضؓ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں۔ (لباب التاویل ۱۰ : ۴ ۴۱)

بخاری شریف میں یہی واقعہ حضرت عمر رضؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید قرار دیتے۔ آپ نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے وہ کہنے لگا: الیوم اکملت لکم دینکم۔ آپ نے فرمایا:

قد عرفنا ذالك اليوم والمكان الذی نزلت فيه علی النبی و هو قائم بعرفة يوم الجمعة
(بخاری - کتاب الایمان)

ہم بھی اس دن اور اس جگہ سے آگاہ ہیں جہاں یہ آیت ہمارے آقا پر نازل ہوئی - اس وقت آپ کھڑے تھے - عرفات کا مقام تھا اور جمعہ کا دن تھا۔

حضرت عمرؓ کے اس جواب کا ترجمہ امام عینیؒ اور امام نوویؒ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

معناه انا ما ترکنا تعظيم ذاك اليوم والمكان اما المكان فهو عرفات وهو معظم الحجاج هو احد اركان الاسلام و اما الزمان فهو يوم الجمعة و يوم عرفة وهو يوم اجتمع فيه فضلان وشرفان ومعلوم تعظيما لكل واحد منها فاذا اجتمعا زاد التعظيم فقد اتخذنا ذالك اليوم عيدا۔
(عمدة القاری ۱، ۲۶۴)

کہ ہم بھی اس جگہ اور دن کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ جگہ عرفات ہے۔ وہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے اور وقت وہ جمعہ اور دن عرفہ کا تھا، اس میں دو عظمتیں جمع ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک کی تعظیم مسلمان کا فریضہ ہے اور جب دونوں کا اجتماع ہو گیا تو تعظیم میں اور اضافہ ہو گیا۔ تو ہم نے یقیناً اس دن کو عید بنایا ہوا ہے۔

جب ہر جمعہ عید ہے تو ایک ماہ میں چار یا پانچ عیدیں آتی ہیں جن میں مسلمان خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوجود آپ کا تیسری عید کے انکار پر اصرار ہے تو آپ کو کون مجبور کر سکتا ہے۔ مگر یہ سوال تو کیا جا سکتا ہے کہ ایک آیت نازل ہو تو وہاں دو یا پانچ عیدیں جمع ہو جائیں تو شرک اور بدعت نہیں اور صاحب قرآن تشریف لائیں اور

ان کی تشریف آوری کو عید قرار دیا جائے تو فی الفور ذہن شرک و بدعت کی طرف متوجہ ہو جائے ـــــ تو اس پہ دعوتِ فکر ضرور دیجاتی ہے۔

ایامِ تشریق بھی عید ہیں

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یوم جمعہ، یوم عرفہ، یوم النحر اور یوم الاضحیٰ کو عید کہا وہاں آپ نے ایام تشریق کو بھی عید فرمایا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق عیدنا اهل الاسلام وهن ایام اکل و شرب۔ (المستدرک، ۱: ۶۰۰)	عرفہ کا دن قربانی کا دن اور تشریق کے دن ہمارے عید کے دن ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

امام احمد بن حنبل کی تحقیق

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ متعدد ائمہ خصوصاً امام احمد بن حنبل رح کی تحقیق کے مطابق جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ اس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں منتقل ہوا تھا۔

شیخ فتح اللہ بنانی رح امام احمد بن حنبل رح کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

ان لیلة الجمعة افضل من لیلة القدر لانه فی	جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے اس لیے افضل ہے کہ اس رات سرور عالم صلی

لیلتھا حل النبی الباھر الشریف فی بطن المکرمۃ آمنہ (مولد خیر خلق اللہ : ۱۵۸)

اللہ علیہ وسلم کا مقدس و مطہر نور آپ کی والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں جلوہ افروز ہوا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

از امام احمد منقول است کہ گفت شب جمعہ فاضل تر است از شب قدر کہ در وے علوق آنحضرت در رحم آمنہ در آمدہ و موجب چندیں خیرات و برکات در دنیا و آخرت کہ از حد عدد و حصر خارج ست گشتہ۔

(اشعۃ اللمعات، ۱: ۵۷۷)

امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ شب جمعہ، شب قدر سے افضل ہے کیونکہ جمعہ کی رات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نورِ پاک اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مبارک رحم میں منتقل ہوا جو دنیا و آخرت میں ایسی برکات و خیرات کا سبب ہے جو کسی گنتی و شمار میں نہیں آسکتا۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی شیخ ہی کے حوالے سے لکھا۔ کہ امام احمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شب جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے بعض وجوہ سے اس لیے کہ اس شب میں رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکم طاہر میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا۔ جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔

(جمعہ کے فضائل و احکام، ۴)

جب جمعہ کی رات جس میں نورِ مصطفوی رحمِ مادر میں منتقل ہو رہا ہے وہ شب قدر سے افضل ہے تو اس دن کی فضیلت کا عالم کیا ہوگا جس دن وہ نور مبارک آپ

کے وجودِ مسعود کی صورت میں دنیا میں ظہور پذیر ہوا کیا اسے عید سے بھی افضل قرار نہیں دیں گے۔

یومِ میلاد کے لیے "عید" کی اصطلاح اسلاف میں موجود تھی

اس دن کو عید (خوشی کا دن) قرار دینا، پاکستانیوں نے ہی شروع نہیں کیا بلکہ اسلاف میں بھی یہ اصطلاح موجود تھی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ مالکی بزرگ شیخ ابو الطیب محمد بن ابراہیم السبتی المتوفی ۶۹۵ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں وہ بارہ ربیع الاول کو ایک مدرسہ کے پاس سے گذرے تو وہاں کے انچارج کو مخاطب کر کے فرمایا:

یافقیہ ھذا الیوم سرور اصرف الصبیان۔	اے فقیہ آج خوشی کا دن ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو۔

(الحاوی للفتاوٰی، ۱: ۱۹۷)

امام قسطلانی شارح بخاریؒ المتوفی ۹۲۳ھ ربیع الاول میں امتِ مسلمہ کے معمولات محافلِ میلاد کا انعقاد، صدقہ و خیرات کرنا، تذکرہ ولادتِ نبوی اور اس کی برکات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فرحم اللہ امرأ اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارک اعیادًا فیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض۔	اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سلامت رکھے جس نے آپ کی میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید منا کر ہر اس شخص پر شدت کی جس کے دل میں (مخالفت کا) مرض ہے۔

(المواہب اللدنیہ، ۱: ۱۴۸)

شیخ فتح اللہ بنانی مصریؒ لیلۃ المیلاد کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے اسلاف

کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

یجب علی امتہ التی رفعھا	اس دن کے صدقہ میں اللہ تعالٰے
اللہ بہ علی الامم ان	نے اس امت کو تمام امتوں پر فضیلت
یتخذوا لیلۃ ولادتہ	عطا کی لہٰذا امت پہ لازم ہے کہ وہ اس
عیداً من اکبر الاعیاد	رات کو سب سے بڑی عید کے طور پہ
(مولد خیر خلق اللہ : ۱۶۵)	منائیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ اگر یہ عید ہے تو اس دن میں اضافی عبادت کیوں نہیں؟ اس پہ بھی محبت وادب رسول میں ڈوب کر غور کیا جاتا تو جواب مل جاتا۔ ہمارے مطالعہ کے مطابق اس سوال کا جواب محدّثین ومفسّرین نے کتاب وسنّت کی روشنی میں سات سو سال پہلے دے دیا تھا۔ مگر معترضین کی نگاہوں سے اوجھل رہا یا اسے قابلِ توجہ ہی نہیں سمجھا۔

ہم یہاں امّت کے دو متفقہ اور مسلمہ بزرگوں کی تصریحات ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ امام ابن الحاج المتوفیٰ ۷۳۷ھ ماہ ربیع الاول کی عظمت وشان اور اس میں خلافِ شرع امور پہ تنبیہہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے سیّد الاولین والآخرین کی صورت میں ہمیں جس عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ اس پر ضروری تھا کہ بطور شکر ہم پہ کوئی عبادت لازم قرار دی جاتی مگر یہ رحمتِ مصطفوی کا صدقہ ہے کہ ہمیں اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔

وما ذالک الا رحمتہ صلی اللہ	اس کی وجہ امت پہ نبی اکرم علیہ السلام
علیہ وسلم بامتہ ورفقۃ	کی رحمت وشفقت ہے۔ اسی لیے
بھم لانہ علیہ الصلوٰۃ	آپ بہت سے معاملات کو ترک

والسلام كان يترك العمل خشية ان يفرض على امته رحمة منه كما وصفه المولى سبحانه وتعالى فى كتابه حيث قال بالمؤمنين رؤف رحيم۔

کر دیتے تھے کہ کہیں امت پر لازم نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی شفقت کا تذکرہ قرآن میں یوں کیا ہے کہ آپ مومنین پر نہایت ہی مہربان اور رحیم ہیں۔

(المدخل ۲، ۲:۲)

اس کے بعد خود مذکورہ سوال ذکر کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہوئے اپنی سابقہ عبارت کا حوالہ دیتے ہیں۔ سوال وجواب امام صاحب کی زبانی ملاحظہ کیجئے!

فان قال قائل قد خص يوم الجمعة بصلاة الجمعة والخطبة وغير ذلك مما هو مختص به فالجواب ما تقدم من انه عليه الصلاة والسلام ما يخصه فى نفسه الكريمة يخفف فيه الامر عن امته فلا يكلفهم فيه زيادة عمل لان المولى سبحانه وتعالى لما اخرجه الى الوجود فى هذا اليوم المعين لم يكلف الامة

اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ جمعہ کے دن تو نماز جمعہ اور خطبہ وغیرہ لازم ہے اگر یہ اس سے افضل ہے تو اس میں کوئی اضافی عبادت کیوں نہیں؟ اس کا جواب وہی ہے جو گذر چکا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر تخفیف فرماتے ہوئے اس دن میں کسی عبادت کا اضافہ نہیں کیا اور نہ امت کو مکلف بنایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب اس مبارک دن میں آپ کی ذات اقدس کو وجود بخشا تو آپ کے اکرام واحترام کی خاطر امت پر

فيه زيادة عمل اكراماً
لنبيه صلى الله عليه وسلم
بالتخفيف عن امته بسبب
عناية وجوده فيه قال الله
سبحانه وتعالى فى محكم
التنزيل وما ارسلنك الا
رحمة للعلمين فهو عليه
الصلاة والسلام رحمة
للعالمين عموماً ولامته
خصوصاً ومن جملة ذلك
عدم التكليف كما تقدم ۔
(المدخل، ۲: ۳۰)

تخفیف فرماتے ہوئے کسی اضافی
عمل کو لازم نہیں فرمایا۔ اللہ تعالے
نے آپ کے مبارک وجود کو سراپا رحمت
قرار دیتے ہوئے فرمایا اے حبیب ہم
نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے سراپا
رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی یہ
رحمت تمام مخلوق کے لیے عمومی اور
اپنی امت کے لیے خصوصی ہے۔
آپ کی رحمتوں اور شفقتوں میں سے
ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے
دن اللہ تعالیٰ نے کسی اضافی عبادات
کا حکم نہیں دیا۔

۲۔ امام احمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ لیلۃ المیلاد کی فضیلت اور اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

واذا كان يوم الجمعة
الذى خلق فيه آدم عليه
السلام خص بساعة لا يصاد
فها عبد مسلم يسأل الله
فيها خيراً الا اعطاه اياه
فما بالك بالساعة التى
ولد فيها سيد المرسلين

وہ جمعہ کا دن جس میں آدم علیہ السلام
کی ولادت ہوئی اس میں ایک خصوصی
گھڑی ہے جس میں کوئی مسلمان جس
شی کی دعا کرے وہ اسے عطا کی
جاتی ہے تو اس گھڑی کا کیا مقام و
مرتبہ ہوگا جس میں تمام رسولوں کے سردار
کی تشریف آوری ہوئی اور یوم میلاد

ولم یجعل اللّٰہ تعالیٰ فی یوم الجمعۃ المخلوق فیہ آدم من الجمعۃ والخطبۃ وغیر ذلک اکراماً لنبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ــــ بالتخفیف عن امتہ بسبب عنایۃ وجودہ قال تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ومن جملۃ ذٰلک عدم التکلیف۔ (المواہب اللدنیہ ۱، ۱۴۲:۱)

میں یوم جمعہ کی طرح جمعہ یا خطبہ وغیرہ لازم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے وجودِ رحمت کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف ہو۔ اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اسی رحمت کا ایک اظہار یہ بھی ہے کہ کسی عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔

اس دن کے شایانِ شان کوئی لفظ ہی نہیں

اب تک جو حوالہ جات ہم نے دیئے ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کا یوم ولادت تمام ایام سے عظیم تر ہے۔ کوئی جمعہ اور عید اس کے ہم پلہ نہیں۔ اگر ہم اس عظمت کا لحاظ کریں تو لفظ عید بھی اس کے شایانِ شان نہیں۔ چونکہ اس سے بڑھ کر ہمارے پاس کوئی لفظ ہی نہیں لہٰذا عید کا ہی اطلاق کر دیتے ہیں۔ کیا ہی خوب کہا شیخ محمد علوی مالکی نے کہ عید کی خوشیاں آتی ہیں گزر جاتی ہیں مگر آپ کی آمد سے مخلوقِ خدا کو جو خوشی (عید) نصیب ہوئی وہ ختم ہونے والی ہی نہیں بلکہ وہ دائمی ہے۔

ونحن لا نری تسمیتہ بالعید لانہ اکبر من العید والاعیاد فی الاسلام

ہم یوم ولادت مصطفوی کو عید کا نام نہیں دیتے کیونکہ اس کا درجہ تو عید سے کہیں بلند ہے۔ اسلام میں

اثنان عید الفطر و عید الاضحیٰ وھما مرۃً فی العام اما ذکراہ صلی اللہ علیہ وسلم فھی اکبر من ذلک واعظم من ان لا تکون فی السنۃ الا مرۃ بل ینبغی للمسلم ان یعیش عمرہ کلہ فی ذکراہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمحبتہ واحیاء سنتہ و التعلق بہ وما الی ذلک۔ (المورد الروی، ۳۲)

جو دو عیدیں ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ــ اور وہ دونوں سال میں ایک ہی دفعہ آتی ہیں لیکن آپ کا ذکر مبارک اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ سال میں ایک یا دفعہ ہی ہو ہرگز مناسب نہیں بلکہ ہر مسلمان کو تمام عمر آپ کے ذکر و فکر، محبت، سنّت پر عمل اور آپ کے ساتھ تعلق میں بسر کرنی چاہئے۔

اگر یہ گفتگو پیشِ نظر رہے تو بہت سے معاملات از خود حل ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ذکرِ خیر ہر حال میں باعثِ برکت و سعادت ہے۔ جس امتی کو یہ نصیب ہو جائے اس پر اللہ کا فضل و احسان ہے۔

لیکن محافلِ میلاد منعقد کرنے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ ایسی مبارک محافل کو غیر شرعی حرکات سے محفوظ رکھیں تاکہ کسی بد عملی کی وجہ سے اللہ کے پیارے محبوب کے ذکر کی محفل پر حرف نہ آئے اور مخالفت کرنے والوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ برائیوں کے خلاف ضرور آواز اٹھائیں لیکن محفلِ میلاد کو مخالفت کا موضوع نہ بنائیں کیونکہ یہ سراسر ذکرِ نبوی ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتدال کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین!

عالمِ اسلام خصوصاً عربوں میں مقبول ترین میلاد نامہ

مولودِ برزنجی

تصنیف

اِمام جعفر بن حسن برزنجی مدنی المتوفی ۱۱۷۹

ترجمہ و حاشیہ

علامہ نور بخش توکلی

جامعہ اسلامیہ لاہور

1- فصیح روڈ. اسلامیہ پارک. لاہور. فون : 759 4003

مراجع

۱۔ القرآن	انہ لتنزیل رب العالمین
۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر ابن ابی شیبہ
۳۔ البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶
۴۔ مسند احمد	امام احمد بن حنبل
۵۔ المسلم	امام مسلم بن حجاج ۲۶۱
۶۔ ابوداؤد	امام سلیمان بن اشعث ۲۷۵
۷۔ مشکوۃ المصابیح	امام ولی الدین خطیب
۸۔ المستدرک	امام حاکم ۴۰۵
۹۔ فتح الباری	شیخ احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲
۱۰۔ الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ۲۷۹
۱۱۔ عمدۃ القاری	امام محمود بن العینی ۸۵۵
۱۲۔ اشعۃ للمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲
۱۳۔ مفاتیح الغیب	امام فخر الدین رازی ۶۰۶
۱۴۔ الخازن	امام علی بن محمد الخازن
۱۵۔ مدارک التنزیل	امام عبداللہ بن احمد النسفی
۱۶۔ روح المعانی	سید محمود آلوسی ۱۲۷۰
۱۷۔ المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی

۱۸ - الجامع لاحکام القرآن	امام محمد بن احمد القرطبی
۱۹ - الکشاف	علامہ جار اللہ زمخشری
۲۰ - فتوحاتِ الٰھیہ	علامہ سلیمان بن عمر الجمل
۲۱ - انوار التنزیل	امام عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی
۲۲ - فتاوٰے شامی	امام شامی
۲۳ - جامع العلوم والحکم	شیخ ابن رجب حنبلی ۷۹۵
۲۴ - شرحِ مقاصد	علامہ سعید الدین تفتازانی
۲۵ - رحلہ ابن جبیر	ابن جبیر اندلسی
۲۶ - رحلہ ابن بطوطہ	ابن بطوطہ
۲۷ - الجامع اللطیف فی فضلہ مکہ واھلہا وبناء	شیخ ابن ظہیرہ
۲۸ - البیت العتیق	
۲۹ - تشنیف الاذان	شیخ محمد صدیق
۳۰ - ماثبت بالسنّۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳۱ - تواریخ حبیب الٰہ	مفتی عنایت احمد کاکوروی
۳۲ - فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۳۳ - الدر الثمین	" " "
۳۴ - مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۳۵ - شمائم امدادیہ	مولانا اشرف علی تھانوی
۳۶ - فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ
۳۷ - الشمامۃ العنبریہ	نواب صدیق حسن خاں
۳۸ - فی رحاب بیت الحرام	شیخ محمد علوی مالکی ۔

۳۹ - فی منزل الوحی	محمد حسین ہیکل مصری
۴۰ - الاعلام باعلام بیت الحرام	شیخ قطب الدین حنفی
۴۱ - فتاوائے مظہری	مولانا محمد مظہر اللہ مجددی
۴۲ - فتاوائے عبد الحئی	مولانا عبد الحئی لکھنوی
۴۳ - انوار ساطعہ	مولانا عبد السمیع رامپوری
۴۴ - سیرت خاتم الانبیاء	مفتی محمد شفیع دیوبندی
۴۵ - خاتم النبیین	شیخ ابوزہرہ
۴۶ - مولد خیر خلق اللہ	شیخ فتح اللہ بنانی
۴۷ - الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی ۵۴۴
۴۸ - شرح شفاء	ملا علی قاری ۱۰۱۴
۴۹ - المورد الروی فی المولد النبوی	" " " ۱۰۱۴
۵۰ - المدخل	امام ابن الحاج
۵۱ - السیرۃ النبویہ	حافظ ابن کثیر
۵۲ - المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳
۵۳ - زرقانی	علامہ محمد بن عبد الباقی
۵۴ - عیون الاثر	ابن سید الناس
۵۵ - جمعہ کے فضائل و احکام	مولانا اشرف علی تھانوی
۵۶ - اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ ابن تیمیہ
۵۷ - القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد	شیخ اسماعیل بن محمد انصاری
۵۸ - خیر الرسل	
۵۹ - میلاد النبی	مولانا اشرف علی تھانوی

۶۰- لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف	شیخ ابن رجب حنبلی
۶۱- قواعد التحدیث	شیخ جمال الدین قاسمی
۶۲- المیلاد النبوی	امام ابن جوزی
۶۳- الباعث علی انکار البدع والحوادث	امام ابو شامہ
۶۴- اقامۃ الحجہ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعہ	مولانا عبدالحئی لکھنوی
۶۵- جامع التحصیل فی احکام المراسیل	حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی
۶۶- تیسیر مصطلح الحدیث	ڈاکٹر محمود الطحان
۶۷- تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱
۶۸- الحاوی للفتاوی	
۶۹- الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم	مولانا عبدالحق الہ آبادی
۷۰- سبل الھدے والرشاد فی سیرۃ خیر العباد	امام محمد یوسف الصالحی الشامی ۹۴۲
۷۱- رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ۲۷۵
۷۲- حجۃ اللہ علی العالمین	امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
۷۳- مولد خیر خلق اللہ	شیخ فتح اللہ بنانی

مفتی محمد خان قادری

امیر کاروان اسلام کی دیگر کتب

شاہکار ربوبیت ﷺ
ایمانِ والدین مصطفیٰ ﷺ
حضور ﷺ کا سفر حج
امتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ
درِ رسول ﷺ کی حاضری
ذخائرِ محمدیہ ﷺ
محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
فضائلِ نعلین حضور ﷺ
شرح سلام رضا
نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
اسلام اور تحدید ازواج
اسلام میں چھٹی کا تصور
مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
شبِ قدر اور اسکی فضیلت
صحابہ اور تصور رسول پاک ﷺ
مشتاقانِ جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
اسلام اور احترام والدین
والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں
نسب نبوی ﷺ کا مقام

حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
صحابہ کی وصیتیں
رفعتِ ذکر نبوی ﷺ
کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
عورت کی امامت کا مسئلہ
عورت کی کتابت کا مسئلہ
منہاج النحو
منہاج المنطق
معارف الاحکام
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
صحابہ اور محافلِ نعت
صحابہ کے معمولات
خواب کی شرعی حیثیت
حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب

حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
مزاحِ نبوی ﷺ
تبسم نبوی ﷺ
علماء نجد کے نام اہم پیغام
اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
مقصد اعتکاف
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
نعل پاک حضور ﷺ
صحابہ اور علم نبوی ﷺ
روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
تفسیر سورۃ الکوثر
تفسیر سورۃ القدر